ماہنامہ
چامن
کسان، مزدور عورتوں اور مردوں کی آواز
صرف ممبران کے لیے
ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ، پاکستان | جلد10 • شمارہ 5 • پوہ • دسمبر 2013ء

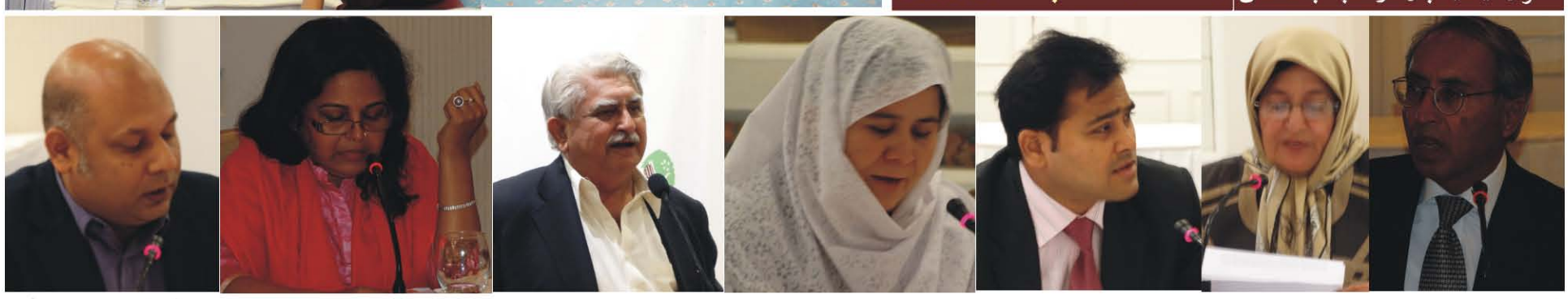

سیپ پاکستان کے پروگرام "عوام سب سے اہم ہیں"
کے زیر اہتمام قومی کانفرنس بعنوان
"جمہوریت پر مبنی عوامی پالیسیاں اور انسانی تحفظ کو درپیش مسائل"

فرزانہ ممتاز

ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان کے پروگرام "عوام سب سے اہم ہیں "(Citizen First) کے تحت ایک روزہ قومی کانفرنس اسلام آباد میں منعقد کی گئی۔جس میں پاکستان کے مختلف صوبوں کے علاوہ افغانستان اور بھارت سے سول سوسائٹی ، سیاستدانوں ، پارلیمنٹیرینز ، میڈیا کے نمائندوں اور دانشوروں کے علاوہ ماہرین تعلیم اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے خواتین وحضرات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔اس اعتبار سے اس کانفرنس کو ایک نمائندہ فورم کہا جاسکتا ہے۔عوام سب سے اہم پروگرام پاکستان اور جنوبی ایشیاء کے عوام کو درپیش انسانی تحفظ اور ان کے سیاسی، معاشی، ثقافتی اور مذہبی حقوق کی اس جدوجہد کے لئے حمائتی کردار ادا کرتا ہے جس کے لئے سول سوسائٹی کئی سالوں سے سرگرم عمل ہے۔ان اداروں اور ان میں شامل افراد کا یہ موقف ہے کہ ریاستوں کا کام اپنے شہریوں کے لئے تحفظ کی فراہمی کو ممکن بنانا ہے لیکن اس اہم ذمہ داری کو نظر انداز کرتے ہوئے ہماری ریاست اپنے ہی تحفظ پر ساری توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے اور قومی وسائل کا بیشتر حصہ قومی سلامتی کے نام پر اپنے لئے صرف کررہی ہے۔نتیجتاً عوامی حقوق یکسر نظر انداز ہورہے ہیں۔یہی وجہ ہے ریاست جس کا وجود ماں جیسا ہونا چاہئے، وہ اپنے عوام کے ساتھ سوتیلے پن کا مظاہرہ کرتی چلی آرہی ہے، ایسے میں جمہوریت اور امن کا فروغ تو ایک طرف جمہوریت اور جمہوری رویوں کی نشوونما ہی خطرے میں پڑگئی ہے۔ ایسے میں عوامی پالیسیوں کی تشکیل کیونکر ممکن ہے کہ جب ان پالیسیوں میں جمہوریت کی روح شامل نہیں ہوگی، تو پھر انسانی تحفظ اور اس سے جڑے تمام حقوق اور انسانی ضروریات جو کہ خالصتاً ریاست کی ذمے داری ہے، تک شہریوں کی رسائی کیسے ممکن ہے ؟اس لئے ہمارے وطن عزیز میں اس وقت جو حالات اور مسائل درپیش ہیں وہ ریاست کے انہی غیر جمہوری اور غیر انسانی رویوں کے باعث ہے ۔جو عوام کو ہجوم اور اپنی رعایا سے زیادہ کا درجہ دینے کے لئے تیار نہیں۔آخر ایسا کب تک چلے گا؟ کہیں نہ کہیں تو ریاست کو عوام کے سامنے جوابدہ بنانے کے لئے کوششیں اور جدوجہد جاری رکھنا ہوگی۔قومی کانفرنس بلانے کا مقصد یہ تھا کہ تمام شراکت داروں کو مشاورتی عمل میں شامل کیا جائے تاکہ انسانی تحفظ کو درپیش مسائل پر بات چیت کے ذریعے ممکنہ حل تلاش کئے جاسکیں اور تجاویز پیش کی جاسکیں۔

ہماری ریاست وسائل کا بیشتر حصہ قومی سلامتی کے نام پر صرف کرتی آرہی ہے۔محمد تحسین، ایگزیکٹو ڈائریکٹر ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان

کیوں پاکستان رسمی معیشیت میں اپنا 60% حصہ بھی کورنہیں کررہا؟ ڈاکٹر رسول بخش رئیس، ڈائیریکٹر جنرل انسٹیٹیوٹ آف سٹرٹیجک سٹڈیز

جنوبی ایشیائی خطے کے سب ممالک کومل کر دہشت گردی کے خاتمے کے لئے حل تلاش کرنے چاہیں۔شاہ گل رضائی

صوبائی حکومتوں کو اٹھارویں ترمیم کو رول بیک نہیں کرنا چاہئے۔ڈاکٹر پرویز طاہر، محقق وماہر معاشیات

افغانستان میں عورتیں سب سے زیادہ محرومیوں اور مشکلات کا شکار ہیں۔ ڈاکٹر مسعودہ جلال، سابق وزیر برائے امور خواتین افغانستان

جمہوریت پر مبنی عوامی پالیسیوں کے لئے جمہوریت کی مضبوطی اور پائیداری کی ضرورت ہے۔ڈاکٹر شاہد صدیقی

سول سوسائٹی کے ادارے اثر پذیری کے لئے خود کو مضبوط اور فعال بنائیں۔ڈاکٹر صبغت اللہ

جنوبی ایشیائی عوام انتخابات میں بغیر سوچے سمجھے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ڈاکٹر شادان، مندوب بھارت

جمہوریت کے استحکام اور فروغ کے لئے مقامی حکومتوں کا نظام ناگزیر ہے۔ریحان ہاشمی

اس خطے میں انسانی تحفظ کو درپیش انسان دوست رویوں کے تناظر میں کوئی مضبوط حکمت عملی تیار کی جا سکے جو کہ جمہوریت پر مبنی عوامی پالیسیوں کی ترتیب و تشکیل کے لئے معاون اور بنیاد ثابت ہو۔عوام سب اہم ہیں کانفرنس کا آغاز ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ پاکستان کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر محمد تحسین نے اپنی افتتاحی تقریر سے کیا اور کہا کہ "عوام کو ہرگز بھی اس بارے میں کوئی علم اور معلومات نہیں ہوتیں کہ ان کے لئے کس قسم کی پالیسیاں تیار کی جاتی ہیں حالانکہ ان کا تعلق عوام کی صحت، تعلیم اور روزگار اور دیگر شہری اور انسانی حقوق سے ہوتا ہے ۔ایسے حالات میں جبکہ ملک حالت جنگ میں ہو، دہشت گردی ، بھوک وافلاس اور خوف وہراس کے سائے ہر وقت سروں پر منڈلا رہے ہوں اور جہاں مذہبی اقلیتوں کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو ان مصائب ومسائل پر بات چیت اور بحث ومباحثہ ناگزیر ہو جاتا ہے" ۔کانفرنس میں تین پینل یا نشستیں رکھی گئیں تھیں اور ہر نشست میں ایک کلیدی مقرر کو شامل کیا گیا تھا۔پہلی نشست میں افغانستان کی رکن پارلیمنٹ شاہ گل رضائی، قائداعظم یونیورسٹی کے ڈاکٹر ظفر نواز جسپال ، ڈائریکٹر سکول آف پولیٹیکل اور انٹرنیشنل ریلیشنز شامل تھے۔جبکہ کلیدی مقرر ڈاکٹر رسول بخش رئیس ، ڈائریکٹر جنرل انسٹیٹیوٹ آف سٹرٹیجک سٹڈیز تھے۔ انہوں نے "خارجہ پالیسی اور بجٹ :انسانی تحفظ پر اس کے اثرات "کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ "میں آپ کے سامنے ایک اہم سوال رکھ رہا ہوں کہ کیوں پاکستان رسمی معشیت میں اپنا 60% حصہ بھی کورنہیں کر رہا ؟۔سرکاری اعداد وشمار کے مطابق سالانہ بجٹ کا 35% انسانی تحفظ پر خرچ کیا جاتا ہے ۔انہوں نے کہا کہ ریاست کا اصل کردار تو غربت زدہ افراد کے لئے روزگار اور ترقی کے لئے گنجائش پیدا کرنا اور اس کے لئے کسی موثر نظام کی تشکیل ہے ۔پاکستان میں صرف چار فیصد افراد ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ایسا کیوں ہے؟ کیا باقی افراد کماتے نہیں؟، جاگیردار طبقہ امیر ہوتے ہوئے بھی ٹیکس نہیں دیتا ۔ ریاست اور حکومت بھٹہ مزدوروں اور دیگر پسے ہوئے طبقوں کی غربت کو دور کرنے کے لئے جاگیرداروں سے ٹیکس وصول کیوں نہیں کرتی۔حکمران اندرونی اور بیرونی قرضے لیتے ہیں جبکہ قومی بجٹ کا وافر حصہ دفاعی بجٹ میں چلا جاتا ہے اور اسی کے باعث عوام کے لئے صحت اور تعلیم کے شعبوں کے لئے کم بجٹ مختص ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ عوام کے مسائل بڑھ رہے ہیں" ۔اسی موضوع کا احاطہ کرتے ہوئے شاہ گل رضائی نے کہا کہ " جنوبی ایشیائی خطے کے سب ممالک کو مل کر دہشت گردی کے خاتمے کے لئے حل تلاش کرنے چاہئیں۔افغانستان میں سب سے بڑا مسئلہ انسانی تحفظ کو درپیش خطرات ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان کی خارجہ پالیسی امن پر مبنی ہو، اس لئے ہم سب کو مل کر افغانستان کے مسائل کے حل تلاش کرنا ہے"۔اس حوالے سے ڈاکٹر ظفر اقبال جسپال نے اپنا نقطہء نظر پیش کیا اور کہا کہ " ریاست کی بنیادی ذمے داری یہ ہے کہ وہ شہریوں کے لئے سازگار ماحول اور حالات پیدا کرے۔قومی سلامتی، انسانی تحفظ اور عالمی تحفظ کا آپس میں گہرا تعلق ہے" ۔محفوظ جنوبی ایشیائی خطے کے لئے خارجہ پالیسی پر اپنا موقف بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "اس خطے میں سازگار حالات پیدا کرنا خارجہ پالیسی کے لئے اہم ہے ۔ہمیں خطے میں قیام امن کی کوششیں کرنا ہونگی تاکہ انسانی تحفظ کو درپیش خطرات کم ہوسکیں"۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم انسانی تحفظ کی صورت حال کو دیکھیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ہماری سماجی اور معاشی پالیسیاں عوام دوست نہیں ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارا بجٹ مختص کرنے کا نظام ایسا ہرگز نہیں کہ جو لوگوں کو تحفظ فراہم کرسکے ۔دوسری نشست میں ڈاکٹر مسعودہ جلال، جلال فاؤنڈیشن اور سابق وزیر برائے امور خواتین افغانستان، ڈاکٹر صبغت اللہ خان ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ افغانستان، شاہد صدیقی رکن پارلیمنٹ بھارت اور کرامت علی ایگزیکٹو ڈائریکٹر پاکر شامل تھے جبکہ کلیدی مقرر محقق و ماہر معاشیات ڈاکٹر پرویز طاہر تھے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ "انسانی تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے حکومتی ادارے اپنا کردار ادا کریں"۔انہوں نے تشویش ظاہر کی کہ " پنجاب میں انسانی تحفظ کی صورتحال انتہائی مخدوش ہے۔ اس ضمن میں صوبائی حکومتوں کو اٹھارویں ترمیم کو رول بیک نہیں کرنا چاہئے اور صوبائی امور کو جمہوریت کے اصولوں کے مطابق انجام دینا چاہئے تاکہ پھر عوامی پالیسیاں تشکیل پاسکیں"۔ڈاکٹر صبغت اللہ نے کہا کہ " سول سوسائٹی کو سیاسی فیصلہ سازی پر اثر انداز ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں سول سوسائٹی کے ادارے خود کو مضبوط اور فعال بنائیں تاکہ ان کی اثر پزیری دیرپا ثابت ہو" ۔ڈاکٹر مسعودہ جلال نے بتایا " کہ افغانستان میں عورتیں سب سے زیادہ محرومیوں اور مشکلات کا شکار ہیں اور انسانی تحفظ کی صورتحال خراب ہونے سے عورتوں کو بہت زیادہ مسائل درپیش ہیں"۔ڈاکٹر شاہد صدیقی نے کہا کہ " جمہوریت پر مبنی عوامی پالیسیوں کے لئے جمہوریت کی مضبوطی اور پائیداری کی ضرورت ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ کامیاب انتخابات ہی مضبوط جمہوریت کے ضامن ہوں"۔انہوں نے کہا کہ " بھارت میں جمہوریت جاگیردارانہ جمہوریت میں تبدیل ہورہی ہے اور اس میں کرپشن اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جمہوریت کو ہی لے بیٹھی ہے یہ امیروں کے ہاتھ میں ہتھیار بن گئی ہے، اسی لئے انا ہزارے نے کرپشن کے خاتمے کے لئے تحریک چلائی"۔انہوں نے مزید کہا کہ اگر سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوری عمل نہیں ہے تو پھر مفاد پرستی پر مبنی پالیسیاں تیار ہوں گی کیونکہ ان میں عوام کی رائے اور تائید شامل نہیں ہوتی"۔انہوں نے تجاویز پیش کیں کہ " ہمیں اپنے ہر نظام کو جمہوری اقدار پر استوار کرنے کی ضرورت ہے، اس خطے میں میڈیا طبقہء امراء کا آلہء کار بن گیا ہے

بقیہ: صفحہ (2)

اداریہ

عورتوں پر گھریلو تشدد، انسانی حقوق کی شرمناک خلاف ورزی

عورتوں پر گھریلو تشدد انسانی حقوق کی شرمناک خلاف ورزی ہے اور گھر کی عورتیں سب سے آسان شکار ہوتی ہیں چاہے ان کا رشتہ کسی بھی نوعیت کا ہو مثلاً ماں، بہن، بیوی، بیٹی یا بھابھی۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ ان سب رشتوں میں سب سے زیادہ تشدد کا نشانہ بیوی ہی بنتی ہے کیونکہ شوہر جب اپنی بیوی پر تشدد کرتا ہے تو اسے مکمل اطمینان ہوتا ہے کہ چونکہ یہ اس کا ذاتی مسئلہ ہے اس لئے کوئی اس سے پوچھ گچھ نہیں کر سکے گا یوں اس معاملہ میں وہ خود کو مطلق العنان تصور کرتا ہے۔ یہی سوچ اور رویہ ہے جس کی وجہ سے گھریلو تشدد عام ہے اور پاکستان میں یہ سب سے زیادہ کیا جانے والا تشدد ہے۔ مگر معاشرے کو یہ حقیقت بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ خواتین پر تشدد کے سماجی، سیاسی، نفسیاتی، معاشی اور جسمانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ چونکہ گھریلو تشدد کو ایک ذاتی مسئلہ سمجھتا ہے اس لئے تشدد کے معاملے میں خواتین بھی اکثر اپنے آپ کو قصور وار سمجھنا شروع کر دیتی ہیں اور اس واقعے پر بات کرتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہیں اسی وجہ سے وہ قانونی امداد کے لئے بھی رجوع نہیں کر سکتیں۔ ان کو اس بات کا بھی خوف رہتا ہے کہ شکایت یا مدد کی صورت میں انکے ساتھ یہی واقعہ دوبارہ دہرایا جائے گا۔ لہذا وہ اپنے آپ کو نظر انداز کرنا شروع کر دیتی ہیں، خاندان کے ساتھ تعلقات میں تعطل آجاتا ہے، اپنے بچوں کی دیکھ بھال صحیح طریقے سے نہیں کر سکتیں، بعض متاثرہ خواتین کو سخت غصہ آنا شروع ہو جاتا ہے، اور اس غصے کی حالت میں اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں۔ خودکشی کی کوشش بھی کرتی ہیں۔ معاشرے کی سرگرمیوں میں شامل نہیں ہوتیں اور آگے بڑھنے کے لئے اعتماد کھو بیٹھتی ہیں۔ اسطرح نہ صرف ان کا اپنا نقصان ہوتا ہے بلکہ ملکی سطح پر بھی معاشی نقصان ہوتا ہے۔ سول سوسائٹی کی تنظیمیں کچھ عرصہ سے گھریلو تشدد کے حوالے سے قانون سازی کروانے اور اسے جرم قرار دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ تاہم معاشرے کے تمام segments کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ گھریلو لڑائی جھگڑے یا تشدد ایک نجی مسئلہ ہے" والی فضول اور جاہلانہ بات اور سوچ کی مذمت کریں اور اس پر عمل کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کریں۔ والدین اپنی بیٹیوں کی شادی کو ایک اہم ذمہ داری سمجھیں لیکن اسے ایک بوجھ کی طرح سر سے اتارنے کی جلدی نہ کریں۔ سسرال میں ڈولی جانے اور جنازہ واپس آنے کے جاہلانہ تصور کو ختم کریں۔ پولیس کا فرض ہے کہ وہ تشدد کی متاثرہ عورت کی ایف آئی آر حقائق کی بنیاد پر درج کرے اور اس سلسلے میں مزید جتنی بھی رہنمائی اس عورت یا اسکے گھر والوں کو درکار ہو وہ فراہم کرے۔ عدالتیں عورتوں پر ہونے والے تشدد کے واقعات کا فوری نوٹس لیں اور ان کو حل کریں۔ عدالتیں ان بین الاقوامی معاہدوں کو بھی مدنظر رکھیں جن پر پاکستان نے دستخط کر رکھے ہیں تاکہ فیصلے دیتے وقت ان کو سامنے رکھا جا سکے۔ صحافی حضرات بھی تشدد کی متاثرہ عورتوں کے لئے ذمہ دارانہ رپورٹنگ کریں۔ تاہم سب سے اہم یہ کہ عورتوں پر تشدد کا خاتمہ ملک میں جمہوریت اور مقامی حکومتوں کے نظام کو مضبوط کر کے، خواتین کو مقامی حکومتوں میں شامل کر کے اور خواتین کو فیصلہ سازی میں شامل کر کے زیادہ پائیدار بنیادوں پر کیا جا سکے گا۔

ای کورٹس کے ذریعے عدالتی نظام میں اصلاحات متعارف کرائی جائیں

تحریر: حمزہ بخاری، ڈاکٹر اکرام الحق

ترجمہ: چانن

ہمارا عدالتی نظام مایوس کن حد تک متروک اور تکلیف دہ حد تک غیر مستعد اور مقدمات کے بلاوجہ تاخیر کا موجب بن رہا ہے۔ لہذا اسے جدید خطوط پر استوار کرنے اور اس کے ڈھانچے کی تشکیل نو کی ضرورت ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ مقدمات میں تاخیری کی وجوہات جاننا اور انہیں دور کرنا ہمارا اوّلین ترجیح ہونی چاہئے۔ لیکن اس کے لئے وژن، استقلال یعنی کرنے لینے کی ٹھان لینا اور ایجنڈے کی ضرورت ہوگی۔ بدقسمتی سے صورت حال کو اس نہج تک پہنچانے میں ہمارے سیاسی قیادت کا کلیدی کردار رہا ہے جنہوں نے کبھی بھی عوام کو معاشی وسماجی انصاف فراہم کرنے کے بارے میں نہ تو سوچا اور نہ ہی اس حوالے سے ان کے پاس کوئی وژن تھا۔ نئی عدالتیں یا ججوں کی تعداد میں اضافہ مذکورہ مسائل کے حل کا جواب نہیں۔ کیونکہ عدلیہ اور انصاف فراہم کرنے والا گروہ یعنی جج اور وکیلوں کے اپنے مفادات ہوتے ہیں جن کے باعث مقدمات کے فیصلے التواء کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں، ایسے میں وہ مقدمات کو جلد نپٹائے جانے کے عمل کی کیونکر حوصلہ افزائی کریں گے۔ اس مایوس کن صورت حال میں سب سے بہتر حل جو توقع کیا جا سکتا ہے وہ ہے موجودہ عدالتی نظام کی موثر استعداد کار۔ جس کے لئے بہتر انسانی وسائل کی دستیابی اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ضروری ہیں۔ حالیہ برسوں میں کئی ممالک میں ای کورٹس (e-courts) کا تصور متعارف کروایا گیا ہے جس نے عدالتی نظام میں انقلاب برپا کر دیا ہے 1991 میں پاکستان میں بھی لاہور ہائی کورٹ نے آئی ٹی (Information Technology) کا استعمال شروع کیا تھا۔ جب ایک کمپیوٹر سیل بنایا گیا تھا۔ پاکستان میں پہلی بار عدالتی شعبہ میں یہ کاوش کی گئی تھی۔ تب سے آئی ٹی کے تمام عدالتوں میں استعمال میں خاطر خواہ اضافہ دیکھنے میں آیا جس سے مقدمات کو جلد نپٹانے کی راہ ہموار ہوئی۔ اس وقت ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی ویب سائیڈ پر عدلیہ اور عدالتی طریقہ کار سے متعلق معلومات تو موجود ہے مگر مقدمات کو نپٹانے کے عمل میں تیزی لانے کے لئے ای کورٹس (e-courts) اور موبائل ای بینچوں (Mobile e -benches) کا قیام ابھی ایک خواب ہی ہے۔ 2005 میں بھارت میں سپریم کورٹ نے ای کورٹس منصوبے کا آغاز کیا تھا۔ جس کا مقصد مقامی عدالتوں سمیت ہر طرح کی عدالتوں کو کمپیوٹرائزڈ بنانا تھا۔ گزشتہ آٹھ برسوں میں اس سے کچھ کامیابی ملی ہے۔ 2010 سے پاکستان میں بھی نیشنل جیوڈشری آٹومیشن کمیٹی (National Judiciary Automation committee) نے اپنے طریقہ ہائے کار کو کمپیوٹرائزڈ کرنے میں کچھ اچھے اقدامات کی جانب پیش قدمی کی ہے۔ دونوں ممالک یعنی پاکستان اور انڈیا میں عدالتی طریقہ ہائے کار کو خودکار بنانے کی طرف توجہ مرکوز رکھی ہے جو کہ بلاشبہ ایک احسن قدم ہے۔ تاہم حقیقی ضرورت ای کورٹس اور ای بینچوں کا قیام ہے جہاں ویڈیو کانفرنسوں کے ذریعے گواہان کے بیانات ریکارڈ کرنے، آن لائن کاغذات پُر کرنے اور آئی ٹی کا استعمال کرتے ہوئے کیسوں کی سماعت ممکن ہو سکے۔ یہی وہ طریقہ کار ہے جس کی مدد سے کیسوں کی سماعت کے عمل میں تیزی لائی جا سکے گی اور انصاف کی فوری اور ارزاں فراہمی ممکن ہو سکے گی۔ اس حوالے سے مغربی ممالک کافی آگے جا چکے ہیں جب کہ جنوبی ایشیائی ممالک ابھی بہت پیچھے ہیں پاکستان میں ای بینچوں کے قیام کا آغاز ٹیکس کے خلاف اپیلوں کے مقدمات سے کیا جا سکتا ہے جسے پائلٹ پراجیکٹ کے طور پر شروع کیا جائے۔ اس سے ٹیکسوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت تیز ہو سکے گی اور ٹیکس دہندگان کی خاطر خواہ رقم کی بچت ہو سکے گی۔ اس طرح سے ای بینچوں کے قیام سے پیٹیشنرز کو ان کی دہلیز پر انصاف کی فراہمی ممکن ہوگی۔ اس وقت ٹیکس ٹریبونل میں زیر التواء مقدمات کی تعداد 30,000 ہے۔ اور اگر بالفرض محال ملتان میں ایک بینچ موجود نہیں ہے یا کام نہیں کر رہا تو ٹیکس دہندہ کو ٹریبونل سے کچھ مہلت لینے کے لئے درخواست دائر کرنے کی غرض سے لاہور بینچ سے رجوع کرنا ہوگا۔ اس سارے عمل میں اس کا وقت، توانائی اور وسائل ضائع ہونگے۔ دور دراز علاقوں میں رہنے والوں کو اس طرح کے مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ جب کہ ای بنچوں کا قیام ریونیو اور کسٹمز اپیلٹ ٹریبونل، ٹیکس دہندگان، ٹیکس کنسلٹنٹ اور ٹیکس انتظامیہ کی مدد کر سکے گا۔ مثال کے طور پر فیصل آباد، ملتان، سیالکوٹ یا گوجرانوالہ کی اپیلوں کی درخواست لاہور میں ای ٹریبونل سن سکتا ہے۔ کنسلٹنٹ یا کسی محکمہ کا نمائندہ قریبی ٹیکس آفس جا کر اپنا کیس فائل کروا سکے گا اور لاہور ٹریبونل میں بیٹھے ممبران مقدمے کی سماعت ویڈیو کانفرنس کے ذریعے کر سکیں گے اور اس پر ہی اپنا فیصلہ بھی سنا سکیں گے۔ ای بینچ پاکستان کے ہر اس شہر میں قائم کئے جا سکتے ہیں جہاں ٹیکس آفس ہیں مگر ٹریبونل نہیں ہیں۔ انکم ٹیکس اپیلٹ ٹریبونل 1941 میں قائم کیا گیا تھا، آزادی کے بعد اسے اسی طرح بحال رکھا گیا سوائے اس کے کہ 2009 میں ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کو اکٹھا کر دیا گیا۔ پاکستان میں لاہور، اسلام آباد، پشاور اور کراچی میں اس کی مستقل نشستیں ہیں جب کہ انڈیا میں اس کے 27 اسٹیشن اور 63 بینچ ہیں۔ چونکہ کسٹمز اور ان لینڈ ریونیو ٹریبونلز وفاقی ٹیکس سے متعلق ہیں لہذا انہیں نیشنل ٹیکس کورٹ کی حیثیت سے اکٹھا کر دیا جانا اور اپ گریڈ کرنا نیز سپریم کورٹ کے تحت کر دیا جانا چاہئے۔ اس سے ہائی کورٹ پر ٹیکس کیسز کے بلاجواز بوجھ میں کمی آئے گی۔ اس وقت موجودہ ٹیکس ٹریبونلز کو نیشنل ٹیکس کورٹ میں تبدیل کیا جانا بہت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے انہیں ای ٹریبونلز کی شکل دینا بھی بہت اہم ہوگا۔ انڈیا میں اس حوالے سے شروعات کی جا چکی ہیں۔ پاکستان میں ٹیکس ٹریبونلز ممبران کی کمی اور کیسز کی بڑھتی تعداد جیسے مسائل کا شکار ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ وزارت قانون مسائل کے حل کے لئے ای بینچز کا قیام عمل میں لائے۔ اس سے ٹیکس دہندگان کے کیسوں کو جلد نپٹانا ممکن ہو سکے گا اور دہلیز پر انصاف کی فراہمی کے دعوؤں کو حقیقت کا روپ دیا جا سکے گا۔ اس نظریے کی کامیابی کے بعد ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی اسے قابل عمل بنایا جا سکے گا۔ ضرورت ہے تو اس بات کی کہ وزارت قانون اس حوالے سے اپنی آمادگی اور خلوص نیت کا مظاہرہ کرے اور غیر موثر نظام کی جگہ یہ نیا نظام متعارف کرانے کے سلسلہ میں عملی اقدامات کرے۔ وفاقی سیکرٹری برائے قانون کو بلا تاخیر ٹیکس ٹریبونل کے چیئرمین اور اس کے ممبران سے رجوع کرنا چاہئے۔ تاکہ ای ٹریبونلز کے قیام کے لئے عملی اقدامات اٹھائے جا سکیں۔ اس مقصد کے لئے چیئرمین آف ٹیکس ٹریبونلز، ان کے ممبران، ٹیکس بار کے نمائندوں اور فیڈرل بورڈ آف ریونیو کے درمیان میٹنگ بلائی جائے، جو ایک خصوصی کمیٹی کی تشکیل کرے۔ اس کمیٹی کے ذمہ ای ٹریبونل کے قیام کے لئے تجاویز تیار کرنا ہو۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ پاکستان میں ای ٹریبونلز کے قیام کے لئے کوئی علیحدہ سیٹ اپ بنانے کی ضرورت نہیں بلکہ کسٹمز ہاؤسز، بڑے ٹیکس دہندگان کے یونٹس اور ریجنل ٹیکس آفس اس مقصد کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں جہاں اس حوالے سے ہر طرح کی سہولیات پہلے سے موجود ہیں۔ اس سے کنسلٹنٹ بھی اس قابل ہو سکیں دے کہ وہ اپنے ہی شہروں میں کیسز درج کرا سکیں گے۔ حکومتی اخراجات میں بھی کمی آئے گی جو دیگر مقاصد کے لئے استعمال ہو سکیں گے۔ علاوہ ازیں عدالتی نظام میں شفافیت کو فروغ حاصل ہوگا۔ کیونکہ سماعت کی ریکارڈنگ سے حقائق کو چھپانے یا مسخ کئے جانے کے عمل کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ مغربی ممالک میں تو کئی جگہ ای ٹریبونلز یا ای کورٹس سے بھی کچھ آگے ای موبائل کورٹس کا تصور متعارف کروایا گیا ہے۔ اس کے لئے ایسے گاڑیاں ڈیزائن کی گئی ہیں جن میں ای لائبریری کی سہولیات موجود ہوں۔ اس سے بھی عدالتی نظام میں شفافیت اور مقدمات کو نہایت تیز رفتاری سے نپٹانے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ پاکستان میں ای ٹریبونلز سے جہاں مقدمات کی چھ ماہ کے اندر اندر سماعت کو یقینی بنانا ممکن ہو سکے گا وہاں یہ ہمارے عدالتی نظام میں ایک انقلاب برپا کر دے گا۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ، چیفس جسٹس آف ہائی کورٹس، چیئرمین آف ٹریبونلز، وزارت قانون وانصاف، وکلاء کی پروفیشنل باڈی، میڈیا اور سول سوسائٹی مل کر پرانے فرسودہ نظام سے جان چھڑانے اور نئے نظام کو متعارف کرانے کے لئے ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

صفحہ اوّل سے پیوستہ

انہوں نے رائے دی کہ محروم طبقوں کے لئے انصاف تک رسائی کو ممکن بنانے کے لئے عدالتی نظام کو موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمارے عدالتی نظام میں خامیوں کے باعث ہی عوام انصاف سے محروم ہیں۔ انہوں نے انتخابی اصلاحات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ جمہوری عمل کے لئے ناگزیر ہے۔ انہوں نے سارک ممالک میں باقاعدہ معاہدات پر عملدرآمد کے لئے مشترکہ نظام کی تشکیل کی تجویز پیش کی۔ بھارتی مندوب ڈاکٹر شادان نے کہا کہ جنوبی ایشیائی خطے میں عوام کو اپنے سیاسی اور جمہوری حقوق کا کوئی ادراک اور شعور نہیں اور نہ انہیں اپنے ووٹ کی قدر و قیمت معلوم ہے اسی لئے وہ بلاسوچے اور جانے بغیر ایسے افراد کا انتخابات کر لیتے ہیں جن کو جمہوری اقدار اور عوام کی ضرورتوں کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں جمہوری نظام نہ چلنے کی وجہ بھی یہی رویے ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ ہمیں اپنے مذہبی تعصبات سے بالاتر ہو کر متحد ہونا چاہئے تاکہ ہم مل کر ان قوتوں کا مقابلہ کر سکیں جو اپنے مفادات کے لئے عوام کو تقسیم کرتی ہیں۔ کرامت علی نے کہا کہ یہ حکومتوں کی ذمے داری ہے کہ وہ ایسا مشترکہ نظام تشکیل دیں کہ جس کے تحت عوام کی زندگیوں کو خطرات سے دوچار کرنے والوں کو کڑی سزائیں دی جائیں۔ انہوں نے تجویز دی کہ عوامی امنگوں کی عکاس پالیسی سازی کے لئے موثر نظام مرتب کیا جائے۔ اس وقت ہماری پارلیمنٹ مجلس شوریٰ کا کردار ادا کر رہی ہے۔ اسی لئے خارجہ اور داخلہ پالیسیوں کی تشکیل میں پارلیمنٹ کا کوئی حصہ نہیں ہے اس کو مقتدر کردار کا حامل ہونا چاہئے۔ انہوں نے انسانی تحفظ پر مبنی پالیسیاں بنانے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ پارلیمنٹ میں عوام کی متناسب نمائندگی کے تحت ہی ایسا ممکن ہے۔ تیسری نشست کا موضوع تھا انسانی تحفظ کے ادارے اور بنیادی سطح پر تجربات پر تبادلہء خیالات۔ اس نشست میں سیاسی تجزیہ نگار حارث خلیق تھے جبکہ باقی شرکاء میں افغانستان کی رکن پالیمنٹ مسعودہ کرخی، عوامی نیشنل پارٹی کے سابق رکن قومی اسمبلی حاجی عدیل اور متحدہ قومی موومنٹ کے رکن قومی اسمبلی ریحان ہاشمی اور پختون خواہ ملی پارٹی سے سینیٹر لالہ روف شامل تھے۔ حارث خلیق نے اپنی کلیدی تقریر میں کہا کہ انسانی تحفظ کا ایک اہم پہلو عوامی تحفظ ہے کیونکہ یہ علاقائی تحفظ سے جڑا ہوا ہے، اس کے ساتھ صحت کا تحفظ، تعلیم روزگار اور خوراک کا تحفظ مشروط ہیں لیکن ہر ریاست شہریوں کے تحفظ کو ترجیح نہیں دیتیں۔ صورتحال یہ ہے کہ صحت اور تعلیم کے ادارے بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں جبکہ غذائی تحفظ کی حالت زار یہ ہے کہ اناج سٹور کرنے کے لئے ایسے گودام تک نہیں ہوتے کہ جہاں بمپر فصلوں کو سٹور کیا جا سکے۔ مسعودہ کرخی نے عوامی ضروریات پر مبنی پالیسی سازی کے لئے عملی اقدامات پر زور دیا اور کہا کہ انسانی تحفظ کے لئے سب سے زیادہ جمہوری اقدار لازمی ہیں۔ ریحان ہاشمی نے کہا کہ جنوبی ایشیائی ملکوں میں انسانی تحفظ کی صورتحال یکساں ہے، ان ملکوں میں غربت، دہشت گردی اور ماحولیات جیسے خطرات بڑھ گئے ہیں اس لئے ہمیں مشترکہ کوششیں اور لائحہ عمل مرتب کرنے ہوں گے۔ انہوں نے لوکل گورنمنٹ نظام کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا۔ سینیٹر لالہ روف نے کہا کہ اگر افغانستان میں امن قائم نہ ہوا تو پھر وار لارڈز اٹھ کھڑے ہوں گے۔ افغانستان ایک خودمختار ملک ہے اور کسی کے ساتھ بھی اپنے دفاعی تعلقات بنا سکتا ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ مسئلوں کے حل ایک میز پر بیٹھ کر تلاش کئے جا سکتے ہیں خواہ ہم اسلام آباد میں ہوں، کابل میں یا پھر دہلی میں بیٹھے ہوں، ہمیں ایسا کرنا ہوگا۔ اگر یہ حل تلاش نہیں کئے گئے تو نتائج سب کو بھگتنے ہوں گے، اسی لئے پاکستان کو دہشت گردی کا روگ لگ چکا ہے، ہم پاکستان کے لئے دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے اور پاکستان کی فرنٹ لائین ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ ہماری خارجہ پالیسی عوامی امنگوں کی آئینہ دار ہونی چاہئے۔ انہوں نے اس پر تشویش ظاہر کی کہ ہمارے ہاں اب کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ صحت کے مسائل کا یہ حال ہے کہ ہماری عورتیں ان جوہڑوں سے پینے کا پانی بھرتی ہیں جہاں سے جانور پانی پیتے ہیں اور جس ملک میں امن نہ ہو وہاں صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولیات عوام کو میسر نہیں ہوتیں۔ اگر حکومتیں جاگیرداروں سے ٹیکس وصول کریں تو تو غربت میں کمی ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں قدرتی وسائل کی بھی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ملک اور عوام پھر بھی غریب ہیں انہوں نے کہا کہ جب تک افغانستان میں امن نہیں ہوگا پاکستان میں بھی امن ممکن نہیں اور جب تک پاک بھارت تعلقات بہتر نہیں ہونگے، خطے میں امن نہیں ہوگا جب تک ہماری پالیسیوں میں عوام کی شرکت نہیں ہوگی ہماری معشیت بہتر نہیں ہوگی۔ انہوں نے تجاویز دیں کہ پارلیمنٹ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے سول سوسائٹی اپنا کردار ادا کرے ٹیکس کا موثر نظام تشکیل دیا جائے اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے ٹیکس لینے کے لئے سخت کاروائیاں کی جائیں۔

رپورٹ: یاسمین فرخ

پنجاب اسمبلی سے گھریلو تشدد کے خاتمہ کا بل منظور کروانا اور اسے قانون بنوانا اراکین کی ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے

"آواز اور جواب دہی" پروگرام میں شامل تنظیموں کا عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمہ کی سولہ روزہ مہم کے سلسلہ میں منعقدہ کانفرنس میں مطالبہ

عورتیں پاکستان کی آبادی کا نصف سے زیادہ ہیں اور ملکی ترقی میں وہ اپنا کردار ادا کر رہی ہیں اس کے باوجود وہ ملک کا سب سے نظر انداز شدہ اور کمزور طبقہ ہیں۔ اور مختلف قسم کے تشدد کا شکار ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں 90 فیصد عورتیں مختلف قسم کے جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی تشدد کا شکار ہیں۔ایک غیر سرکاری ادارے کی حالیہ تحقیق کے مطابق عورتوں پر تشدد کے حوالے سے دنیا بھر میں پاکستان کا تیسرا نمبر ہے۔2012 میں عورتوں پر تشدد کے رپورٹ کئے جانے والے واقعات میں سے 989 گھریلو تشدد کے تھے۔ جن میں سے 63 فیصد پنجاب سے تھے۔ پاکستان کا قانون اپنے شہریوں کو بلا تمیز وصنف، عمر، رنگ نسل اور ذات پات مساوی حقوق کی یقین دہانی کراتا ہے مگر خواتین کے حالات دیکھے جائے تو صورت حال کافی مایوس کُن اور نا گفتہ بہ دکھائی دیتی ہے۔عورتوں کے لئے قوانین تو موجود ہیں لیکن ابھی تک ان کا کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آیا۔ان تمام حالات کے پیش نظر آواز اور جوابدہی پروگرام میں شامل تنظیموں ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان، عورت فاؤنڈیشن، تنظیم برائے شراکتی ترقی، سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن اور ادارہ پائیدار ترقی کے زیر اہتمام لاہور میں صوبائی کانفرنس منعقد کی گئی جو کہ عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمہ کی سولہ روزہ مہم کا حصہ تھی۔ کانفرنس کا موضوع قصاص اور دیت کے قانون میں موجود سقم اور گھریلو تشدد کے خاتمے کے لئے صوبائی اسمبلی میں قانون سازی تھا۔ اس کانفرنس میں پنجاب کے مختلف اضلاع سے سول سوسائٹی کی تنظیموں کے نمائندوں عورتوں، اقلیتوں، وکلاء اور صحافتی تنظیموں کے نمائندوں، پنجاب اسمبلی کی رکن خواتین اور سیاستدان خواتین نے شرکت کی۔ اس موقع پر پینل ڈسکشن میں ماہرین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اس سے قبل ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی جس کا موضوع تھا کہ عورت ہونا کتنا مشکل ہے۔ اس دستاویزی فلم میں دنیا کے مختلف علاقوں کی عورتوں کو مختلف کام کرتے ہوئے، اپنی جسمانی بساط سے زیادہ بوجھ اٹھاتے ہوئے، سماجی وثقافتی پابندیوں میں جکڑے ہوئے اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ دل کو چھو لینے والی یہ دستاویزی فلم اس حقیقت کی غماز تھی کہ عورت پر ذمے داریوں کا بے حد بوجھ ہے لیکن اس کا کوئی سماجی احترام یا حیثیت نہیں اور وہ مختلف نوع کے تشدد کا شکار ہے۔ سیپ پاکستان کی پروگرام کوآرڈینیٹر نعیمہ ملک نے کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اس اہم سرگرمی کو پاکستان کی وہ تمام سرکردہ تنظیمیں مل کر انجام دے رہی ہیں جو پہلے ہی سے خواتین کے حقوق کے لئے کام کرتی چلی آرہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس کا مقصد دنیا کی توجہ خواتین کے خلاف تشدد کی طرف مبذول کرانا اور ایسے قوانین کو زیر بحث لانا ہے جو پاکستانی عورت کا مسلسل استحصال کرتے چلے آرہے ہیں۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں عورتوں پر تشدد ہوتا رہے گا تو معاشرے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے چلتے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ملکی ترقی میں خواتین اپنا خاطر خواہ حصہ ڈال رہی ہیں مگر انہیں اس کا صلہ دینے کی بجائے ہم ان پر تشدد کرتے چلے جارہے ہیں جو کہ مہذب معاشروں کے وطیرے نہیں۔ بعد ازاں تحریک انصاف کی نمائندگی کرتے ہوئے مہناز رفیع نے کہا کہ ملک کی تعمیر وترقی کے لئے عورتوں کے خلاف تمام امتیازی قوانین کا خاتمہ لازمی ہے اور جب تک ہم عورتوں کو پُر امن ماحول نہیں دیں گے اس وقت تک ہم ترقی کی راہ پر نہیں آسکتے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ پاکستان دنیا کے ملکوں میں تیسرے درجے پر ہے جہاں عورتوں پر سب سے زیادہ تشدد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے جب قومی اسمبلی میں عورتوں پر گھریلو تشدد کے خاتمے کا بل پیش کیا گیا تو مولانا شیرانی سمیت کئی ارکان نے اس پر سخت اعتراض کیا تھا کہ اس قانون کے بننے سے دنیا بھر میں پاکستان کی بدنامی ہوگی میں پوچھتی ہوں کہ کیا اب پاکستان جو کہ اسلامی ملک ہے کی بدنامی نہیں ہوگی جب یہاں عورتوں پر مختلف نوع کا تشدد کیا جاتا ہے اور ایک حالیہ سروے کے مطابق 95 فیصد عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہیں۔ کیا اب پاکستان کی بدنامی نہیں ہوتی؟۔ عورتوں کے لئے موثر قانون سازی کی ضرورت ہے پنجاب اسمبلی میں جو بل لانے کی کوشش ہے وہ گھریلو تشدد کا شکار عورتوں کے لئے دارلامان یا پناہ گاہوں کے حالات بہتر کرنے سے متعلق ہے جب کہ ہم نے قومی اسمبلی میں جو بل پیش کیا تھا وہ گھریلو تشدد کے خاتمے سے متعلق تھا۔ اس بل کا مقصد گھریلو تشدد میں کمی لانا اور اس کے مرتکب کے لئے سزا تجویز کی گئی تھی۔ اب پنجاب اسمبلی میں بھی اسی طرح کا بل منظور کرانے کے لئے سول سوسائٹی کو بہت کام کرنا ہوگا۔ اس حوالے سے میں این جی اوز کی بہت مشکور ہوں کہ جنہوں نے عورتوں کے حقوق کے لئے بل ڈرافٹ کرنے میں ہماری مدد واعانت کی۔ بلکہ بڑا کام انہوں نے ہی کیا۔ اب بھی وہ تیار ہیں کہ پنجاب اسمبلی میں گھریلو تشدد کے خاتمہ کا بل پیش کرنے میں وہ اراکین کی معاونت کریں۔ میری تجویز ہوگی کہ ارکان اسمبلی اس بل کو منظور کرانے کے لئے اپنی کاوشیں تیز کردیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس مائنڈ سیٹ کے ساتھ لڑنے کی بھی ضرورت ہے جو عورتوں کی مساوی حیثیت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پنجاب اسمبلی کی ممبر سعدیہ سہیل نے کہا کہ مردانہ سماج میں قانون سازی مردوں کی مرضی سے ہوتی جبکہ یہ سوچ پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم سب انسان برابر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسمبلی میں سیاسی مفادات سے بالا تر ہوکر عورتوں کے حقوق کی بات کریں گے اور قوانین بنوائیں گے اور میں یقین دلاتی ہوں کہ کوئی بھی سیاسی جماعت عورتوں کے حقوق کے لئے قانون سازی کرے گی تو تحریک انصاف اس کا ساتھ دے گی۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی رکن پنجاب اسمبلی نسرین نواز نے کہا کہ عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کی قانون سازی اور اس پر عملدرآمد کے نظام کی تشکیل بہت ضروری ہے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ گزشتہ دور حکومت میں پنجاب میں گھریلو تشدد کے خاتمہ کے بل کا معاملہ سیکرٹری سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے بار بار تبادلوں کی نذر ہوتا رہا۔ مگر اب ہم کوشش کریں گے کہ یہ بل کسی تاخیر کا شکار نہ ہو۔ رفعت بٹ ایڈووکیٹ نے کہا کہ قصاص اور دیت کے قانون میں سب سے بڑا سقم یہ ہے کہ قاتل کو خون بہا دے کر جرم سے آزاد کردیا جاتا ہے جو کہ مقتول پر ظلم کے مترادف ہے۔ ہمارے ہاں غیرت کے نام پر قتل کے واقعات بھی اسی لئے بڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں ریمنڈ ڈیوس اور شاہ زیب کیسز کی مثالیں دیں۔ شمیم ملک ایڈووکیٹ نے قصاص اور دیت کے قانون کے مضمرات پیش کئے اور کہا کہ ایسے قوانین سے سماج میں عورتوں کی حیثیت کمتر ہورہی ہے اس کے علاوہ ہمارے ہاں کے تھانہ کلچر کے باعث بھی عورتیں حصول انصاف سے محروم ہیں۔ عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمہ کے سول سوسائٹی الائنس "ممکن" کی نمائندگی کرتے ہوئے شازیہ شاہین نے گھریلو تشدد کے حوالے سے اعداد وشمار پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب سے زیادہ کیا جانے والا اور سب سے کم رپورٹ کیا جانے والا تشدد ہے۔ کیونکہ ابھی تک اسے ایک گھر کا ذاتی معاملہ ہی سمجھا جا رہا ہے لیکن یہ نہیں دیکھا جا رہا کہ اس تشدد سے ایک عورت ہی نہیں پورا کنبہ کس طرح سے شدید طور پر متاثر ہو رہا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس تشدد کو ایک معاشرتی جرم تسلیم کروا کر اس کی سزا مقرر کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مزدور رہنما روبینہ جمیل نے کہا کہ عورتوں کے خلاف ہر جگہ ہر اور ہر قسم کا تشدد ہو رہا ہے۔ جب کہ گھریلو تشدد کی ایک بڑی وجہ غربت اور بیروزگاری ہے۔ پاکستان کے بدرسری نظام میں یونین لیڈر کے طور پر بھی عورت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ خاتون تو جب اپنا حق لینے کے لئے کھڑی ہو تو بھی اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ فیکٹریوں میں تحفظ تو دور کی بات عورت کو تو اس کے کام کا پورا معاوضہ تک نہیں ملتا اور اسے جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ اب جب کہ عورتوں کے لئے جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کا قانون بن گیا ہے اس کا نفاذ ایک مشکل ترین مرحلہ ہے۔ لیکن یہ ضروری بھی ہے ورنہ اس قانون کا کیا فائدہ؟ میں تسلیم کرتی ہوں کہ آج عورتوں کے حوالے سے کچھ بہتری نظر آتی ہے اور وہ انصاف کے لئے اداروں کا رخ کرتی ہیں۔ لیکن ابھی بھی ہمیں مہذب معاشرہ کہلانے کے لئے طویل سفر طے کرنا ہوگا۔ اس نشست کا دوسرا سیشن قصاص اور دیت سے متعلق تھا۔ جس میں ان قوانین میں موجود سُقم، اس کے خواتین کی زندگیوں پر پڑنے والے اثرات، ان قوانین کا ختم کیا جانا کیوں ضروری ہے اور اس میں میڈیا کا کیا کردار رہا ہے یا کیا ہونا چاہئے جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا۔ اس سیشن کے پینالسٹ رفعت بٹ، شمیم ملک اور فرح ضیاء تھے۔ شرکاء کی طرف سے ایک سوال کے جواب میں ایڈووکیٹ رفعت بٹ نے کہا کہ قصاص اور دیت کے قوانین ایک آمر کے دور میں بنائے گئے تھے۔ جب اسلامائزیشن کے نام پر کچھ کریمینل لاز ءکو اسلامی قوانین میں تبدیل کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ان قوانین کا ازسرنو جائزہ لینا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کا غلط استعمال ہوتا رہا ہے۔ ایڈووکیٹ شمیم ملک نے کہا کہ پاکستان کے آئین کے تحت خواتین اور بچوں کے لئے ایسے قوانین بنائے جانے چاہیے جو اُن کے حقوق کا تحفظ کریں۔ مگر ہم نے ایک اچھا معاشرہ بنانے کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے ہمیشہ پہلو تہی کی۔ تاہم سول سوسائٹی نے اس حوالے سے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ قانون شہادت پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ قانون کسی اچھی نیت سے نہیں بنایا گیا تھا۔ تاہم جو بھی قوانین معاشرے بناتے ہیں اس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ صحافی فرح ضیاء نے کہا کہ ہمیں قوانین پر عمل درآمد کے نظام تشکیل دینے کی ضرورت ہے انہوں نے کہا کہ غیرت کے نام پر قتل کے مقدمات میں دیت دے کر قاتل کو بچا لیا جاتا ہے، افسوس کہ اس ضمن میں میڈیا نے اپنا کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ اس قانون میں موجود سقم عورتوں پر بھیانک تشدد کی وجہ بن گئے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں سمعیہ سرور کیس کا حوالہ پیش کیا۔ فرح ضیاء نے تسلیم کیا کہ میڈیا نے قصاص اور دیت جیسے قوانین کے حوالے سے کوئی اچھا کردار ادا نہیں کیا ہے۔ جب کہ میڈیا کو ان قوانین کے معاشروں پر پڑنے والے منفی اثرات کو بھی سامنے لانا چاہئے تاکہ اس پر بحث چلے اور محسوس کیا جانے لگے کہ ان قوانین کا ازسرنو جائزہ لینا کیوں ضروری ہے۔ اختتامیہ کلمات میں ایس پی او کے ریجنل ڈائریکٹر سلمان عابد نے شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ معاشروں میں تبدیلیاں دو ہی طریقوں سے آسکتی ہیں۔ ایک تو قانون سازی کے ذریعے اور دوسرا عوام اور تمام سٹیک ہولڈرز میں آگاہی پیدا کر کے اور یہ دونوں طریقے ساتھ ساتھ قابل عمل ہوں۔ سول سوسائٹی اپنے حصے کا کام کر رہی ہے قانون ساز اداروں کو اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہونگی۔

بابا گرونانک کے 544 جنم دن کی تقریبات

بھارت، انگلینڈ اور کینیڈا سے سکھ یاتریوں شرکت

آواز یونین کونسل فورم کوٹ حسین کے ممبران اور سماجی تنظیموں کی طرف سے استقبالیہ

تحریر: شکیل عباس

سکھ مذہب کے بانی اور مذہبی پیشوا بابا گرو نانک کے 544 جنم دن کی تقریبات میں شرکت کیلئے انگلینڈ، کینیڈا اور بھارت سے آنے والے سکھ یاتریوں کیلئے ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان (سیپ۔ پاکستان) کے آواز اور جوابدہی پروگرام کے تحت تشکیل پانے والے آواز یونین کونسل فورم، کوٹ حسین کے ممبران، ضلعی ساتھی تنظیم لوک وہار اور سانجھ پریت آرگنائزیشن نے ضلع ننکانہ صاحب کی یونین کونسل کوٹ حسین میں استقبالیہ کا انعقاد کیا۔ جس میں ضلع ننکانہ صاحب کی مقامی تنظیموں، صحافیوں، وکلاء، سماجی کارکنوں اور سکھ یاتریوں کے 102 مرد وخواتین نے شرکت کی۔ اس استقبالیہ کا بنیادی مقصد سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک دیو جی اور رائے بُلا راحمد بھٹی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان اور دنیا بھر میں بسنے والے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی اور امن، رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینا تھا۔ استقبالیہ کا آغاز لوک وہار آرگنائزیشن کی نمائندہ صائقہ کور اور پنجابی ریڈیو کے میزبان معصود مانی نے مہمانوں کو خوش آمدید سے کیا۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز دُعا سے کیا گیا، جس میں سکھ یاتریوں اور آواز یوسی فورم، کوٹ حسین کے مسلمانوں نے موم بتیاں جلا کر سکھ مسلم دوستی کیلئے دُعا کی اور امن و بھائی چارے کے فروغ کے حوالے سے نغمے گائے۔ اس کے بعد انہوں نے سب سے پہلے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں اور سکھ مذہب کے ماننے والوں کا تعلق بہت پُرانا ہے اور اس تعلق کی بنیاد محبت اور ہم آہنگی ہے۔ آج کی تقریب کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے امن اور پیار کے درس کو یاد رکھیں اور اپنی آنے والی نسلوں تک پہنچائیں تا کہ یہ تعلق مزید مضبوط ہو اس کے بعد تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آواز یونین کونسل فورم کوٹ حسین سے رائے ظفر علی بھٹی صاحب نے آواز یونین کونسل فورم کوٹ حسین کے تمام ممبران کی طرف سے اپنے سکھ بہن بھائیوں کو بابا گرونانک کے جنم دن کی مبارکباد دی اور کہا کہ میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے بزرگوں کی امن اور محبت کے حوالے سے تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ یہ ہمارے لیے بہت اچھا موقع ہے کہ آج ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور ہمارے بزرگوں بابا گرونانک دیو جی اور رائے بلا راحمد خان بھٹی کے محبت اور امن کے اُس پیغام پر عمل کر رہے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں جو درس دیا تھا ہم آج بھی اُس پر عمل پیرا ہیں اور انشاء اللہ ہم پوری کوشش کریں گے کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی امن کے اُس پیغام پر عمل کریں۔ آواز یونین کونسل فورم، کوٹ حسین کے تمام ممبران ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان کے بے حد مشکور ہیں کہ جنہوں نے آج کا دن ہمیں بابا گرونانک اور رائے بُلا راحمد بھٹی کے اُس درس کی یاد تازہ کر رہا ہے جو انہوں نے صدیوں پہلے اس دھرتی پر بسنے والے تمام انسانوں کو دیا جس کے مطابق اس دھرتی پر بسنے والے تمام انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب، ذات، برادری سے تعلق رکھتے ہیں، برابر ہیں اور ان میں کسی بھی قسم کا فرق کرنا غلط ہے۔ ہماری اس سوچ

کی تقریب میں ہمارے بزرگوں کا بہت ہاتھ ہے اور یہ تقریب بھی اُس پیغام کی عکاسی کر رہی ہے کہ واقعی یہاں پر بسنے والے تمام انسان برابر ہیں اور ننکانہ صاحب کے لوگ ایک ہیں اور ان میں کسی بھی قسم کی تفریق موجود ہیں۔ ہم آواز یونین کونسل فورم، کوٹ حسین اور سیپ پاکستان کے بے حد شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے ہمارے سکھ بہن بھائیوں کیلئے یہ خوبصورت تقریب منعقد کی اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس طرح کی تقریبات ہمارے درمیان اس تعلق کو مزید مضبوط کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں گی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سیپ پاکستان کی پروگرام آفیسر گلناز رانا نے کہا کہ سیپ پاکستان اپنے تمام سکھ بہن بھائیوں کو بابا گرونانک دیو جی کے جنم دن کی بہت مبارکباد دیتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ آج ہمیں یہ موقع ملا کہ اپنے سکھ بہن بھائیوں کے اس مذہبی تہوار میں شامل ہو رہے ہیں، ہم اپنے تمام بہنوں بھائیوں کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ اس دھرتی کی خوش قسمتی رہی ہے کہ یہاں پر مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور یہاں کے بزرگ، مرد وخواتین ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں سیپ

ہمیں یہ موقع فراہم کیا اور ہمارے اندر دیگر مذاہب کے ساتھ محبت اور رواداری کے درس کو فروغ دینے میں معاونت کی۔ مزید برآں ہم آج کے دن یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم پاکستان میں بسنے والے تمام مذاہب کا احترام کریں گے اور اُن کی تمام مذہبی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ اس کے بعد سیپ پاکستان کی ساتھی تنظیم لوک وہار کے ڈائریکٹر اور آواز ضلعی فورم کے ممبر سردار گورمیت سنگھ نے کہا کہ آج کا دن ہمارے لیے دو طرح سے خوشی کا حامل ہے پہلی خوشی یہ کہ آج ہم بابا گرونانک کے جنم دن کو بہت جوش وخروش سے منا رہے ہیں دوسری خوشی کی بات یہ ہے کہ آج کے دن ہمارے مسلمان بھائیوں کی طرف سے ہمارے لیے اتنی اچھی تقریب منعقد کی گئی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ کو بدلنے میں ہمارے بزرگوں کا بہت ہاتھ ہے اور یہ پاکستان نے اُسی روایت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ سیپ پاکستان سمجھتا ہے کہ امن وامان کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ لوگوں کے درمیان خلیج کو ختم کر کے انہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کیا جائے تا کہ وہ ایک دوسرے سے ملیں اور آپس کے تعلقات میں مثبت تبدیلی لا سکیں۔ یہ بھی حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ مسلمانوں اور سکھوں کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہیں اور ہمیں ان تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کی ضرورت ہے اور ہماری یہ دوستی اقوامِ عالم کیلئے مثال ہے۔ مزید برآں ہمارا اس بات پر یقین ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب انسانیت، امن، بھائی چارے اور رواداری کا درس دیتے ہیں اور ہم چاہے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، ہمیں اپنی اِن مذہبی اقدار پر عملدرآمد کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ایک پُرامن دنیا بالخصوص پُرامن اور خوشحال پاکستان کا قیام یقینی ہو سکے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سکھ مسلم فیڈریشن کے چیئرمین سردار منموہن سنگھ خالصہ نے کہا کہ سکھ مسلم دوستی کی بنیاد آج سے تقریباً 500 سال قبل بابا گرونانک جی نے رکھی تھی اور بابا گرونانک سے عقیدت کے باعث اُس وقت کے جاگیردار رائے بُلا راحمد خان بھٹی نے ساڑھے سات سو مربع اراضی بابا گرونانک دیو جی کو تحفے میں دی تھی۔ مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان تعلق کے حوالے سے میں یہاں پر ایک اور اہم بات میں آپ کو ضرور بتانا چاہوں گا کہ بابا گرونانک دیو جی مہاراج کی دائی ''مائی دولانتھی'' بھی ایک مسلمان خاتون تھیں۔ ہماری یہ دوستی صدیوں پرانی ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ ہم آج تک اُس دوستی کو پروان چڑھا رہے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اس دوستی کو مزید مضبوط کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں گی۔ مجھے آج یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے اس مذہبی تہوار پر عام لوگوں کی جڑت کو مزید بڑھانے میں سول سوسائٹی کی تنظیمیں بہت اہم کردار ادا کر رہی ہیں اور اس سلسلے میں سیپ۔ پاکستان، آواز یونین کونسل فورم، لوک وہار اور سانجھ پریت کی یہ کاوش قابلِ ستائش ہے جنہوں نے لوگوں کو مزید قریب کیا۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا تا کہ لوگوں میں نفرتیں ختم ہوں اور محبت کا درس جو ہمارے بزرگوں نے دیا ہے اُس کا پرچار کریں تا کہ امن وامان کی بالادستی ہو اور تمام انسان بلاتفریق رنگ ونسل اور مذہب آپس میں پیار و محبت سے رہیں۔ بابا گرونانک دیو جی نے بھی ہمارے لیے یہی پیغام دیا ہے کہ ''امن خواہش کا نام نہیں عمل کا نام ہے''۔ اگر ہم اس خطے میں امن چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اپنے حصے کا کام کرنا ہوگا تا کہ یہ خطہ مزید خوبصورت ہو اور یہاں پر رہنے والا ہر انسان ایک دوسرے سے پیار کی بات کرے اور نفرتوں کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ اس تقریب میں بھارت، انگلینڈ اور کینیڈا سے آنے والے سکھ یاتریوں نے بھی سیپ۔ پاکستان، لوک وہار اور سانجھ پریت کی اس کاوش کو سراہا اور اُن کیلئے اتنی اچھی تقریب کا انعقاد کروانے پر شکریہ ادا کیا۔ تقریب کے اختتام پر مہمانوں کی تواضع روایتی کھانے سرسوں کے ساگ اور مکھن سے تیار کردہ مکئی کی روٹی سے کی گئی۔ سکھ یاتریوں نے اس تقریب کو اپنی زندگیوں کی ایک یادگار تقریب قرار دیا۔

مذہبی آزادیوں کا تحفظ اور فروغ پراجیکٹ کا آغاز، دوروزہ تعارفی نشست کا انعقاد

رپورٹ: عاصمہ یعقوب

"مذہبی آزادیوں کا تحفظ اور فروغ" ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ کا تین سالہ پراجیکٹ جو گزشتہ ماہ شروع کیا گیا ہے۔انسانی حقوق فنڈ پروگرام کی ہی اگلی کڑی ہے۔پراجیکٹ کا مقصد آزادی اظہار،فکر اور اجتماع کے حق کا تحفظ اور فروغ ہے جس میں پاکستان میں مذہبی آزادی کا تحفظ بھی شامل ہے۔اس پراجیکٹ کے لئے پاکستان کے چاروں صوبوں نیز گلگلکت بلتستان صوبے کا انتخاب کیا گیا ہے۔پراجیکٹ میں میڈیا،صحافی حضرات،قانون نافذ کرنے والوں، وکلاء کورٹس،سول سوسائٹی اور مذہبی و سیاسی رہنماؤں کو شامل کیا جائے۔ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ پاکستان نے گزشتہ دنوں اس نئے پراجیکٹ "مذہبی آزادیوں کا تحفظ اور فروغ" (آزادی اظہار،فکر اور اجتماع کا حق) کے حوالے سے اپنے متعلقہ سٹاف کی دو روزہ تعارفی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔اس میں چاروں صوبوں سے شرکاء نے شرکت کی۔اس ورکشاپ کے ایجنڈے میں شرکاء کی استعداد کار بڑھانا اور پراجیکٹ کی پلاننگ بھی شامل تھے۔ایس اے پی سے محترم حمید گوندل صاحب نے شرکاء کی آمد پر اُنکا شکریہ ادا کیا اور سب نے اپنا تعارف کروایا۔ایس اے پی سے پروگرام مینیجر شرجیل احمد نے لفظ "حق" پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ لفظ حق درست اور غلط کی بحث سے ایجاد ہوا ہے۔انسانی تاریخ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ 1280 میں دنیا کا پہلا امن معاہدہ ہوا اس کی 18 شقیں تھیں۔یہ معاہدہ مصر اور ہتھی سری دو ملکوں کے درمیان ہوا۔معاہدے کی کچھ شقیں یوں تھیں۔☆ دونوں ملک ایک دوسرے کی مدد کریں گے جب کوئی تیسرا ملک ان پر حملہ کریں گا۔☆ اگر کسی ایک ملک کا نوبل پرنس جرم کر کے دوسرے ملک میں پناہ لیتا ہے تو دوسرا ملک اُس کو پناہ نہیں دے گا۔☆ کاروباری بندہ بھی جرم کر کے دوسرے ملک میں پناہ نہیں لے سکے گا اور نہ ہی دوسرا ملک پناہ دے گا۔☆ جغرافیائی حدود پر بات ہوئی اور دونوں ملکوں کی جغرافیائی حدود متعین کی گئیں۔☆ آنے والی نسلیں بھی معاہدہ پر عمل کریں گی۔☆ اس معاہدہ کو نہیں توڑا جائے گا اس سلسلے میں ایک ہزار خداؤں کو گواہ بنایا گیا۔ جب تک ہتھی سری ملک تباہ نہیں ہوگیا یہ معاہدہ قائم رہا یہ معاہدہ 46 سال تک رہا۔اپنی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حقوق کی جدوجہد ایک فرد کی جدوجہد نہیں بلکہ یہ تمام انسانوں کی جدوجہد ہے۔جغرافیائی حدود کی حد تک پہلے حقوق دیکھے جاتے ہیں۔حقوق کا تصور شہریوں کے ساتھ ہوتا ہے حقوق کو شہریوں سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔18 ویں اور 19 ویں صدی میں ہونے والی انسانی حقوق کی جدوجہد نمایاں نظر آتی ہے مگر 19 صدی میں سیاسی حقوق کے حوالے سے بھی ترقی ہوئی ۔عورتوں اور اقلیتوں نے بھی 20 ویں صدی کے آغاز تک اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی تا کہ انہیں بھی ووٹ ڈالنے کا حق دیا جائے۔کیونکہ 18 ویں صدی تک صرف اُن لوگوں کو ووٹ ڈالنے کا حق تھا جن کے پاس اپنی جائیداد ہوتی تھی۔ 20 ویں صدی میں سیاسی،سماجی،معاشرتی حقوق کے حوالے سے بات ہوئی اور یہ حقوق حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی گئی۔شکاگو میں مزدوروں نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی اور کام کرنے کا وقت متعین کیا گیا اس سے پہلے وقت اور کام کرنے کی مدت متعین نہ تھی۔ان ہی مزدوروں کی جدوجہد سے آج ہم آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں۔آج ہمیں جتنے بھی حقوق حاصل ہیں یہ مختلف

لوگوں کی جدوجہد کا ہی نتیجہ ہے۔اس تفصیل کے بعد شرجیل صاحب نے حق کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا کہ حق ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی توثیق اگر بین الاقوامی معاہدے،ڈھانچے اور آئین کر دیں تو یہ حق بن جاتا ہے۔ایس اے پی کے ڈپٹی ڈائریکٹر عرفان مفتی نے بات کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے آج ہم یہ دیکھیں گے اور غور کریں گے ۔تاریخ کے حوالے سے بات شروع کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ 1886 میں برطانوی حکومت نے پہلی بار اپنے شہریوں کو مذہب کے حوالے سے پرکھا اور یہاں سے ہی تقسیم کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ہمارے بزرگوں نے پاکستان اس لیے حاصل کیا کہ ہم اقلیت بن کر نہ رہ جائے۔مگر بعد میں پاکستان کو ایک اسلامی جمہوریت بنا دیا گیا شریعت کورٹ بنائی گئی،سکولوں میں بھی تعلیمی نصاب میں فرق رکھا گیا۔سعودی عرب سے وہابی کلچر پاکستان لایا گیا اب جب حکومت نے دیکھا کہ یہ کلچر مزید پاکستان میں نہیں چل سکتا تو اب ترکش کلچر پاکستان میں لایا جا رہا ہے۔اب ہمارے سماج میں بھی کافی مسئلہ آچکا ہے ہمارے معاشرے میں لوگ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو قبول نہیں کرتے۔یہاں تک کہ ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی ایک دوسرے کو قبول نہیں کرتے۔پنجاب میں کچھ اس طرح کی سیاسی صورت حال ہے کہ یہاں مختلف قسم کے مذہبی گروپ تعداد میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔پنجاب میں اس وقت دو ہزار پانچ سو مدرسے قائم ہیں۔اتنی تیزی سے سکول نہیں بن پائے جتنی تیزی سے مدرسے بنے ہیں۔پاکستان میں اقلیتیں نہ صرف مالی لحاظ سے کمزور ہیں بلکہ سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔اقلیتوں کا زبردستی مذہب تبدیل کروایا جاتا ہے۔پورے پاکستان میں ایک سال کے اندر کُل 29 اقلیتوں نے اپنا مذہب بدلا اور ان 29 اقلیتوں میں سے پنجاب میں 21 لوگوں نے اپنا مذہب بدلا ہے۔ہندو اور مسیحی اب پاکستان میں مزید رہنا نہیں چاہتے۔دو ملک ایسے ہیں جنہوں نے ان کے لیے باقاعدہ طور پر اپنے ملک میں کیمپ لگا دیے ہیں۔اس سیشن کے بعد عبدالحمید گوندل نے انسانی حقوق کے عالمی منشور (UDHR) کی مختلف شقوں پر بات کی اور بتایا کہ اگر ملک میں کوئی ایسا قانون ہو جو بنیادی انسانی حقوق کے خلاف ہو یا خلاف ورزی کر رہا ہو تو ایسا قانون غلط ہوگا اور قابل قبول نہیں ہوگا۔انہوں نے بتایا کہ انسانی حقوق کا عالمی منشور (UDHR) اب تک 414 زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ورک پلان پر بات کی گئی اور ورک پلان کے مطابق ہونے والی سرگرمیاں متعین کی گئیں۔کاشف رانا نے اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام کے اندر اقلیت کا لفظ موجود نہیں ہے بلکہ ذمی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ذمی کے معنی ذمہ داری کے ہیں۔اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے تاریخ بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ نبی پاکؐ نے مسجد نبوی کے اندر ایک مسیحی کو رہنے کی اجازت دی اور انہوں نے اپنے مذہبی طریقے سے مسجد نبوی میں عبادت بھی کی،فتح مکہ پر مشرکین کو معاف کر دیا اور انکے جان و مال عزت و آبرو کے تحفظ کی یقین دہانی کروائی،ابوسفیان اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا آپؐ نے فرمایا کہ اس کے گھر جس نے بھی پناہ لی اس نے جان کی امان پائی۔حضرت علیؓ کے دور میں ایک مسلمان نے بے گناہ غیر مسلم کو قتل کر دیا آپؐ نے اُس مسلمان کو غیر مسلم کے گھر والوں کے حوالے کر دیا تا کہ وہ بدلہ لیں سکیں مگر انہوں نے اپنی مرضی سے اُسے معاف کر دیا۔قرآن مجید کی سورہ نور میں اللہ پاک نے فرمایا کہ بغیر اجازت کسی کے بھی گھر میں داخل نہ ہوا جائے۔مگر آج کے دور میں اقلیتوں کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ نہیں،انہیں انسان ہی نہیں سمجھا جاتا جو کہ انتہائی غلط ہے۔یہ بھی پاکستانی شہری ہیں انہیں بھی وہ تمام انسانی حقوق عزت و احترام فراہم کرنا چاہیے جو کہ ایک پاکستانی شہری کو حاصل ہیں۔ ورکشاپ کے آخر پر شرکاء کا شکریہ ادا کیا گیا۔

گوجرہ میں آواز امن سیمینار

رپورٹ: نبیلہ ارشد (پروگرام آفیسر ٹوبہ ٹیک سنگھ)

کسی بھی معاشرے میں ترقی کے لئے امن کی ضرورت ناگزیر ہے۔کیونکہ بدامنی ہمیشہ مسائل کا موجب بنی ہے ایسے میں ترقی کا تصور ہی محال ہوتا ہے۔پاکستان آج جن حالات اور تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے اس میں امن کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ ملک میں اس بدامنی کا موجب چند مٹھی بھر عناصر ہیں اس صورت حال میں امن کی بحالی میں معاشرے کے ہر فرد اور ہر گروپ بلکہ پوری سول سوسائٹی کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔آواز اور جواب دہی پروگرام کا ایک مقصد امن کا فروغ بھی ہے۔ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ پاکستان جو کہ اس پروگرام کا کنسورشیم پارٹنر ہے،اپنی اس ذمہ داری کا مکمل ادراک رکھتا ہے کہ جن کمیونٹیوں میں کام کرنا ہے وہاں امن کے فروغ کی بھی بات کرنی ہے اور لوگوں کو متحد کرنا ہے۔یہی وہ مقصد ہے جس کے تحت ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تحصیل گوجرہ میں آواز اور جوابدہی پروگرام کے زیر اہتمام یونین کونسل 21 کے مقامی سکول میں بین المذاہب ہم آہنگی اور امن کے حوالے سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں گوجرہ سے تمام مذاہب کے لوگوں نے شمولیت کی۔سیمینار میں پاکستان کسان ٹرسٹ، سوسائٹی فار رہیومین ڈیولپمنٹ نے شمولیت کی۔اس کے علاوہ ایم پی اے،ٹی ایم او،تاجر برادری کے ارکان اور پاکستان تحریک انصاف کے کارکنوں نے بھی شرکت کی۔پروگرام کا تعارف اور اس سیمینار کے منعقد کرنے کے مقاصد کے بارے میں غلام محمد گنجیرہ صاحب نے کہا کہ پاکستان میں اس انتشار اور بدامنی کی وجہ عدم برداشت،عدم رواداری اور نفرتیں ہیں جو کہ مختلف حوالوں اور مختلف ناموں سے پھیلی ہیں۔اسکے نتیجے میں ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے بتدریج زوال پزیر ہے۔دہشت گردی نے وطن عزیز کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ہم سماجی اور معاشی اعتبار سے اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ صورت حال میں بہتری ممکن نظر نہیں آتی۔برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام نے امن و رواداری کے بیج بوئے تھے لیکن ہم سب بدقسمتی سے ان کے اس ورثہ کی حفاظت نہ کر سکے اور باہم انتشار کا شکار ہوتے چلے۔اسی صورت حال کے پیش نظر ساؤتھ ایشیاء پارٹنر پاکستان نے اس امن سیمینار کا انعقاد کیا ہے تا کہ ہم یہ سمجھنے کی کوشش کر سکیں کہ کس طرح معاشرے میں رواداری اور برداشت کا کلچر پھر سے فروغ پا سکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ آپ سوچیں کہ ہم الگ الگ فرقوں میں کیوں بٹ چکے ہیں۔

رکن صوبائی اسمبلی بلال وڑائچ نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں انتشار، عدم برداشت اور عدم رواداری کے عفریت کو ختم کر کے ہم آہنگی اور امن کو فروغ دیا جائے۔ لیکن ایسا تبھی ممکن ہے جب ہم اکٹھے ہوں اور ذات پات، رنگ و نسل اور مذہبی امتیازات سے بالاتر ہو کر اپنے ملک کے لئے سوچیں۔ٹی ایم او رانا اختر نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب کو ملک میں امن اور رواداری کے فروغ میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔دوسرے کے عقیدے کا احترام تو ہمیں ہمارا اپنا مذہب بھی سکھاتا ہے۔فادر یعقوب نے سیپ پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہمیں یہ پلیٹ فارم مہیا کیا جہاں تمام مذاہب کے لوگ اکٹھے بیٹھ کر یہ سوچ رہے ہیں کہ معاشرے میں برداشت اور رواداری کا کلچر کیونکر فروغ پا سکتا ہے۔حافظ یحیٰ نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سماج کے کچھ شر پسند عناصر ملک میں بدامنی اور انتشار پھیلا رہے ہیں جس کے وجہ سے گوجرہ کا سانحہ بھی رونما ہوا۔آج اس سیمینار میں سارے مذاہب کے لوگ مل کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم سب امن، بھائی چارے اور حسن سلوک کو فروغ دیں۔حافظ اکرام صاحب نے اسلام کے نظریہ سے مسلم اور مسیح برادری کے تعلقات کو مزید بہتر اور پرامن بنانے کے لیے چند نکات پیش کیے جن کا مقصد امن کے لئے لائحہ عمل تجویز کرنا تھا۔پروگرام کے اختتام پر امن کے حوالے سے گیت گایا گیا۔

گھوٹکی عوامی فورم

''سیلاب کی تباہ کاریاں، اس کے اسباب، حل اور ذمے داریاں"

از: علی حسن مہر

ویلج ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کی جانب سے گھوٹکی میں عوامی فورم کا انعقاد کیا گیا۔ جس کا مقصد سیلاب کے اسباب، اس کی تباہ کاریاں اور اس کے حل پر غور کرنا تھا۔فورم کے مہمان خصوصی ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ سیپ پاکستان کے ڈپٹی ڈائریکٹر محترم عرفان مفتی تھے۔جب کہ فورم کی صدارت کے فرائض گھوٹکی بار کونسل کے صدر ایڈووکیٹ عبدالرزاق مہر نے انجام دئے۔ اس میں سول سوسائٹی کی تنظیموں سے خواتین وحضرات، سیاسی وسماجی نمائندگان، ضلعی

حکومت کے نمائندگان، میڈیا، دانشوران اور متاثرین سیلاب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ فورم میں عورتوں کی بھی بھرپور شرکت رہی۔اس موقع پر بات چیت کرتے ہوئے ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان کے ڈپٹی ڈائریکٹر عرفان مفتی نے کہا کہ تباہ کاریاں مختلف اقسام کی ہوتی ہیں، اس میں قدرتی آفات کے لیے تو کچھ کیا جاسکتا ہے مگر ہمارے رویوں اور فرائض سے غفلت کے نتیجہ میں جتنی بھی آفات آتی ہیں وہ نظر انداز کردی جاتی ہیں۔جن میں ایک امن وامان کی صورتحال کو خود غلط پالیسیوں کی وجہ سے تباہ کرنا اور ترقی کے تمام راستے بند کردینا شامل ہے۔آج یہاں آکر مجھے ایک خاتون کے واقعہ کے بارے میں پتا چلا تو معلوم ہوا کہ یہاں سب سے بڑی آفت تو یہ نظر آرہی ہے کہ جو لڑکی سماجی، سیاسی، اقتصادی ترقی کے لئے کوشاں ہے اور معاشرے میں تبدیلی لانا چاہتی تھی اس کی زندگی کا دیا بجھا دیا گیا تاکہ کوئی اور لڑکی اپنے حقوق کے لیے بول نہ سکے۔میں کوشش کروں گا کہ صاحب میرانی کی آواز اوپر تک پہنچا سکوں تاکہ اسے انصاف ملے اور اس معاشرے میں کوئی اور صاحب میرانی با ہمت لڑکی کا قتل نہ ہو اور کسی گھر کا چراغ گل نہ ہو۔اس ملک میں ہر روز قتل عام ہو رہا ہے سڑکوں پر، دفاتروں میں، مسجدوں میں اور گرجا گھروں میں لوگ مر رہے ہیں۔سیلاب کا آنا اور بارشوں کا ہونا ایک قدرتی عمل ہے، اگر تباہی کی اصل وجہ دیکھی جائے تو یہ ہمارے ملک کے نظام کی تباہی ہے۔ہماری ریاست کی بے حسی اور منصوبہ بندی کی ناکامی ہے۔پاکستان اس وقت بہت مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ یہ آج کی نہیں 65 سالوں کی ناکامیاں ہیں۔اس ریاست کی ترجیح اس کے شہری کبھی نہیں ہیں اگر عوام ریاست کی ترجیح ہوتے تو جو سالانہ بجٹ بنتا اس کا 88% غیر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ نہ ہوتا۔ستم تو یہ ہے کہ جو 4% تعلیم اور صحت کے لیے مختص ہے اس کا بھی آدھے سے زیادہ حصہ خرچ نہیں ہوتا، جو ایک جرم ہے۔ریاست کی ترجیح ہونی چاہیے کہ عام شہری کو ضروریات زندگی کی تمام سہولیات ملیں، اس ملک کی سالانہ پیداوار کے حساب سے دیکھا جائے تو 74% بجٹ کو صحت اور تعلیم کے لیے استعمال کیا جانا چاہئے، جو نہیں ہو رہا۔پہاڑوں پر ہونے والی شدید بارش طغیانی لاتی ہے۔جس نے 2 کروڑ کی آبادی کو متاثر کیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جو دریاؤں کے کناروں پر آباد تھے۔ اگر بیراجوں اور دریاؤں کی گزرگاہوں کو ٹھیک رکھا ہوتا اور ان بندوں اور سڑکوں پر ہم نے سرمایہ کاری کی ہوتی، ہر سال ان کو بہتر بنایا ہوتا تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کیسے سیلاب آتے اور کتنے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اس تباہی کی بھی ریاست ہی ذمہ دار ہے۔پاکستان میں ہر سال تقریباً 50 لاکھ بچے ان بیماریوں سے مرتے ہیں جن کا علاج ہے لیکن ان کو سہولت نہیں ملتی، اس قتل عام کا ذمے دار کون ہے؟ بھوک سے لوگ مر رہے ہیں یہ ریاست کی بڑی ناکامی ہے۔مسلم، ہندو، عیسائی کے نام پر پاکستانیوں کو تقسیم کیا گیا۔ پھر اقلیتوں کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ٹیکس نہیں دیتیں اور کیا وہ عام شہری نہیں ہیں؟ اگر ہم اپنے نظام کو بدلنا چاہتے ہیں تو تین کام کرنے ہونگے: اپنی سیاسی قوت کو بڑھائیں۔ایوانوں میں اپنی مشترکہ آواز پہنچائیں، اپنے طبقے کے لوگوں کو منتخب کر کے ایوانوں میں پہنچائیں، تاکہ وہ آپ کی آواز اور آپ کے مسائل اُٹھائیں۔ ناانصافی کے خلاف ایک سیاسی جدوجہد کریں کیونکہ اس جدوجہد کی آپ سے زیادہ آپ کی نسلوں کو ضرورت ہوگی۔ایڈووکیٹ عبدالرزاق مہر نے کہا کہ تباہیاں قدیم ادوار سے ہوتی آئی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کا سامنا کیسے کیا جائے، بہتر منصوبہ بندی سے ہم ان تباہیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہمارے ضلع میں غربت بہت ہے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ گھوٹکی ضلع میں مقامی لوگوں کو روزگار دیا جائے۔شیر محمد مہر چیئرمین ایریا واٹر بورڈ گھوٹکی نے کہا کہ گھوٹکی ضلع ایک صنعتی علاقہ ہے، یہاں پر بہت بڑی بڑی صنعتیں ہیں مگر ان کی آمدنی کا ایک حصہ بھی گھوٹکی کی عوام پر خرچ نہیں کیا جا رہا۔اور نہ ہی ان میں مقامی لوگوں کو روزگار دیا جا رہا۔شہناز شیدی نے کہا کہ ہم جب بھی گھوٹکی میں داخل ہونگے صاحب میرانی کو یاد کریں گے۔تباہیاں تو بہت ساری ہیں جیسے کہ عام آدمی کو تحفظ حاصل نہیں ہے، قتل وغارت گری ہے، محکمیں غیر موثر ہیں اور اپنے مقاصد میں ناکام ہیں، ناانصافی و عدم مساوات ہے، تعلیم و صحت پر عام آدمی کا کوئی حق نہیں، اس کے ساتھ ساتھ سندھ کے اصل وارث ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔لیکن ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔صاحب میرانی کے قتل پر اگر ہم خاموش ہوگئے تو ہمیشہ ایسے واقعات ہوتے رہیں گے۔2005ء میں اسلام آباد میں زلزلہ آیا تو مارگلہ ٹاور گرا، ہمارے پاس مشینری نہیں تھی کہ ہم ملبا ہٹائیں پھر بھی سول سوسائٹی نے مل جل کر کام کیا۔2010 کے سیلاب میں عوام راستوں پر آگئی تھی ہم سب حق رکھتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ جو آنے والے سیلاب کے لیے فنڈ رکھے گئے ہیں۔وہ کتنے ہیں؟ کیا پلان بنائیں ہیں؟ ہم سب انتظار میں نہیں بیٹھیں گے کہ کوئی آئے اور وہ ہمارے مسئلے حل کرے۔گھوٹکی کی ایک بیٹی قتل ہوئی تو ہم گھروں سے نکل آئے اور اپنا کردار ادا کیا۔ہمیں چاہئے کہ ہم معاشرے میں امن قائم کروائیں، انصاف سب کے لیے ایک جیسا ہونا چاہیے۔ ہم سب مل کر بیٹھیں گے تو ان مسائل کے حل نکال سکیں گے۔رؤف پارس دایو نے کہا کہ ہمارے ملک کا نکاسی کا نظام ٹھیک نہیں ہے۔اس لیے زیادہ تباہی آتی ہے۔گھوٹکی کا پانی بہت زہریلا ہو کر نا قابل استعمال ہو چکا ہے، لوگوں کے پاس روزگار نہیں۔ پنجاب سے روزگار کے لئے بسیں بھر کر آتی ہیں گھوٹکی والوں کے لئے روزگار کیوں نہیں۔ یہاں سندھ میں کام کرنے کے لیے ہم سب کو ایک ہونا چاہیے۔فورم میں ان کے علاوہ علی حسن مہر ایگزیکٹو ڈائریکٹر ویلج ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن، سارنگ کلادی چیئرمین ویلج ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن، خیر محمد کلوڑ ADO سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ، منظوراں مہر، سیما راجپوت، نصرت میرانی، افشاں مسیح، ربیکا مسیح، ثانیہ رشید اور ثمینہ پروین سمیت کئی افراد نے خطاب کیا۔آخر میں ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں صاحب میرانی کو شہید کا درجہ دیا گیا کہ صاحب خاتون کو شہید بلایا اور لکھا جائے۔اس فورم کو صاحب میرانی کے نام سے بھی منسوب کیا گیا۔

قرض یا مَرض؟؟

تحریر: محمد ساجد سمیر

آپ اِس بات سے تو واقف ہیں کہ حکومتِ پنجاب نے عوام الناس کے لئے ایک اور شاندار منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ 8 دسمبر کو وزیرِ اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب نے اِس مرتبہ پھر غریب نوجوانوں کی ترقی اور بہتر روزگار کا یقینی دعوی کرتے ہوئے ''وزیرِ اعظم لون سکیم'' کا باضابطہ آغاز کیا۔جس پر ایک مرتبہ پھر غریب پڑھے لکھے واَن پڑھ نوجوان کبھی بنکوں اور کبھی کسی افسرِ اعلی کی منت کرتے نظر آئیں گے۔ بے چارہ غریب اچھی خاصی روزی گنوا کر نام نہاد قرضہ کے پیچھے اُٹھ کھڑا ہوگا کیونکہ اس قرضہ کے حصول کیلئے وہ بیچارہ کیا کیا پاپڑ بیلے گا، ذرا غور فرمائے۔کوئی نہیں ایسا جو سوال کرے یا یہ سوچنے کہ ایک دیہاڑی دار یا کسان کا بیٹا جو کہ اپنی گزر بسر بمشکل کر رہا ہے اور جس کو اپنے گاؤں سے ہی مکمل شناسائی نہیں وہ بد بخت قرضہ کے حصول کیلئے 16 گریڈ کا افسر کہاں سے لائے گا؟؟؟ آپ اگر اپنے صوبہ پنجاب سے واقف ہیں تو آپ کو علم ہونا چاہئے کہ ''راجن پور'' جیسے ضلع میں ایک یونین کونسل میں 2,3 ہی ایسے افسر ہوتے ہیں کہ جن کا گریڈ اِس قابل ہوگا جس کی حکومتِ پنجاب ڈیمانڈ کر رہی ہے اور اگر دوسری طرف ایک نظر قرضہ لینے والے امیدواروں پر ڈالی جائے تو وہ ایک یونین کونسل میں کم از کم 300 سے 500 نوجوان ہیں جو کہ اِس قرضہ دوڑ کا حصہ ہونگے۔گویا میری یہ سوالیہ استدعا ہے کہ باقی کے نوجوان گارنٹی لینے کیلئے کہاں جائیں گے؟ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ اِس طرح ہمارے نوجوان احساسِ کمتری کا شکار ہوں گے؟؟ دوسری جانب یہ کہ پرائم منسٹر لون کے شیڈول کے مطابق پہلی قسط کیلئے ایک لاکھ نوجوانوں کو قرضہ فراہم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اور اِس میں 5 صوبوں (بشمول گلگت بلتستان) کا کوٹہ رکھا گیا ہے۔ان کی تقسیم کے حوالے سے دیکھا جائے تو 20,000 ہزار نوجوان ہر صوبہ سے قرضہ لیں سکیں گے۔اس میں اگر خادمِ اعلیٰ صاحب کے صوبہ پنجاب کو لیا جائے تو اِس میں موجود 55 اضلاع پر 20,000 کے کوٹے کو تقسیم کیا جائے تو 2.75 فیصد نوجوانوں کو قرضہ ملے گا یعنی 2 سے 3 افراد ایسے ہوں گے جو پورے ضلع میں سے یہ نایاب چیز وصول کر پائیں گے (جو کہ آٹے میں نمک برابر بھی نہیں)، پریشان نہ ہوں جناب اس میں MNA, MPAs کا کوٹہ بھی شامل ہیں، کسی نے کیا خوب کہا کہ ''کمال تیری شاہی نہ کوئی ہمراہ نہ ہمراہی''۔رکیئے جناب! مزید یہ کہ ایک اندازے کے مطابق ضلع بھر سے تقریباً 20 ہزار سے 25 ہزار نوجوان اس قرضہ لاٹری میں قسمت آزمائی کریں گے جو تمام حکومت کی طرف سے رکھی گئی پروسیسنگ فیس =/100 روپے ادا کرنے کے مجاز ہونگے، جس سے حکومتِ ھذا کے پاس =/2500000 (پچیس لاکھ) روپے کی جمع ہو جائیں گے اور قرضہ ملے گا 2 سے 3 نوجوانوں کو یعنی غریب غریب کی جیب سے ہی پیسے نکالے گا۔یہ تو صرف ایک ضلع کی متوقع کمائی ہوگی باقی ؟؟؟ وہی بات کہ ''جس شہر میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی اُس شہر کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے''۔جہاں تک بات ہے حکومتِ پنجاب کے پچھلے کارناموں کی تو اس کے احوال سے آپ کو باخبر کر دوں کہ یلو کیپ ٹیکسی کی مد میں تاحال لاکھوں روپے کے نادہندگان کی فہرستیں دفاتر میں میلی ہو چکی ہیں۔ کروڑوں روپے کے کمپیوٹر (Laptop) آج کل مارکیٹ میں ردی کے دام فروخت ہو رہے ہیں۔سستی روٹی کے نام پر کروڑوں روپے تندور میں ڈال دیے گئے۔وزیرِ اعلی روزگار ٹیکسی سکیم کا حال یہ ہے کہ کروڑوں روپے کی اقساط کا حصول تقریباً ناممکن ہے۔دانش سکول اور ماڈل ویلج کی کارکردگی بھی اب خود پنجاب حکومت کیلئے سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں۔میری بطور نوجوان یہ گزارش ہے کہ وزیرِ اعظم صاحب خدارا اس رقم کا استعمال ایجوکیشن میں کریں تاکہ ہم پڑھا لکھا پاکستان بنا سکیں۔مذکورہ رقم سے ہمیں کہیں سے بجلی لے دیں تا غریب کی اولاد اپنے گھر میں روشنی دیکھ پائے۔100 ارب کا استعمال کر کے اگر ہم نوجوانوں کے لئے ملازمت فراہم کی جائے تو کون کم بخت قرضہ لینا چاہے گا۔اور کچھ ممکن نہ ہو تو یہ رقم IMF کو دے دیں تاکہ اُن کی قسط دینے کے لئے آپ کو مزید مہنگائی نہ کرنی پڑے۔

میری مفلسی کا نہ کر مزاق نہ قرض دے نہ مرض دے

مظفر گڑھ میں دوروزہ میلہ برائے شناختی کارڈ و معلوماتی کیمپ کا انعقاد

از: سعدیہ اکرم

"موثر شہریت اور جوابدہ طرز حکمرانی" ایک ایسا پروگرام ہے جس کا مقصد حکومت سے متعلقہ اہم مسائل اور معلومات کو جاننے کے حق کا موقع فراہم کرنا ہے۔ یہ سماجی، سیاسی، معاشی مسائل کو بلند کرنے اور شہری خاص طور پر خواتین کو اپنی صلاحیتوں کی تعمیر کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس پروگرام کا بنیادی مقصد "مرد اور خواتین کی مضبوط سماجی، اقتصادی اور سیاسی قائدانہ صلاحیتوں کو بڑھانا ہے تا کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر مقامی، صوبائی اور قومی سطح پر موجود رسمی اور غیر رسمی اداروں میں ان کی شمولیت کے نتیجہ میں یہ ادارے شفاف اور جوابدہ ہوسکیں۔" موثر شہریت! شہریت ہوگی تو اسے موثر بنایا جائے گا اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر شناختی کارڈ بنوانے کے لئے میلوں کا اہتمام کیا۔ مقامی حکومتوں کے انتخابات کی آمد کے پیش نظر ان میلوں کا انعقاد ضروری خیال کیا گیا کیونکہ سیپ پاکستان اپنے کئی پروگراموں کے تحت ان انتخابات میں خواتین کی موثر شرکت کے لئے کوشاں ہے۔ یہ موثر شرکت بحیثیت امیدوار بھی ہو گی اور بحیثیت ووٹرز بھی ہوگی۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے مختاراں مائی کی سرزمین جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) کی یونین کونسل سبائے والہ میں دوروزہ میلہ نومبر 2013 کو منعقد کروایا گیا۔ جس میں نادرا سے تربیت یافتہ سٹاف نے اپنی تکنیکی آلات سے مزین گاڑی کے ساتھ شرکت کی۔ سبائے والہ کی آٹھ بستیوں (بستی آرائیں والہ، بستی کھر، بستی سبائے والہ، بستی بڈھے والہ بستی بیلے والہ، بستی درانی، بستی شریف آرائیں، بستی جگمل) کے لوگ اور خاص طور پر خواتین نے اس میں شرکت کی۔ اس میلہ کو منعقد کروانے اور کامیابی سے اختتام تک کے تمام انتظامات کو ذمہ داری سے چلانے اور خواتین میں نظم وضبط قائم کرنے میں وومن ویلفیئر سوسائٹی سے شمشیر علی جعفری، ثمرین کوثر، نوشین نذیر اور نورین نذیر نے اہم کردار ادا کیا۔ ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان سے نواز احمد، محمد امین، شگفتہ پروین اور سعدیہ اکرم نے شرکت کی اور خواتین سے اس میلہ کے انعقاد کے حوالے سے بات چیت کی۔ خواتین نے کہا کہ ہمارے لئے یہ بہت اہم ہے کہ ہمارے شناختی کارڈ بن گئے جواب تک نہ بنے تھے۔ اس میلے کے نتیجے میں 130 خواتین اور 40 مردوں نے نئے شناختی کارڈ بنوائے۔ اس کے علاوہ 10 خواتین نے تاریخ ختم ہونے کے بعد شناختی کارڈ دوبارہ بنوائے جبکہ 5 ب فارم بنے۔ مجموعی طور پر 180 شناختی کارڈ اور 5 ب فارم بنے۔ یوں اس میلہ کے انعقاد کا مقصد احسن طور حاصل کر لیا گیا۔ اسی پروگرام کے تحت مقامی حکومتوں کے انتخابات کے امیدواروں کے لئے 13-11 نومبر 2013 کو مظفر گڑھ میں اسسٹنٹ کمشنر کے دفتر کے احاطے میں معلوماتی کیمپ لگایا گیا۔ جس کا بنیادی مقصد ان انتخابات میں حصہ لینے کے خواہش مند خواتین وحضرات کی مکمل معاونت کرنا تھا۔ اس سرگرمی کے تحت مقامی حکومتی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواران کو دستاویزات کی فراہمی، انہیں بھرنے اور جمع کروانے کے عمل میں مکمل معاونت فراہم کی گئی۔ تین روزہ کیمپ کے تحت کل 118 مرد وخواتین کو دستاویزات کی فراہمی اور انہیں بھرنے اور جمع کرنے میں معاونت دی گئی۔ ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان سے نواز احمد، شگفتہ پروین، محمد امین اور سعدیہ اکرم نے اس معلوماتی کیمپ میں شرکت کی۔ جس کے انعقاد میں سانجھ فاؤنڈیشن مظفر گڑھ نے کے تمام انتظامات قابل تعریف رہے۔ ان میلوں کے انعقاد سے اندازہ ہوا کہ دیہاتوں میں ان کی کتنی اہمیت ہوتی ہے۔ اور مقامی لوگ ان میں کس قدر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

آواز پروگرام کی امن کمیٹی کا ایک احسن قدم

از: سعید خان

یونین کونسل نستہ، ضلع چارسدہ، خیبر پختونخواہ

یہ پانچ سال پرانی بات ہے جب میرے والد صاحب مصری خان فریقین کے درمیان کسی تنازعے کے نتیجہ میں ہونے والی فائرنگ کا نشانہ بن گئے اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد ہماری ان سے دشمنی شروع ہوگئی جن کی فائرنگ سے ہمارے والد کی موت واقع ہوئی تھی۔ اگر چہ یہ کوئی دانستہ فائرنگ نہیں تھی۔ میرے والد بیچ بچاؤ کروا رہے تھے کہ ان کو گولی لگ گئی تھی لیکن پشتونوں کی یہ روایت ہے کہ گولی غلطی سے لگے یا جان بوجھ کر، وہ معاف نہیں کرتے اور دشمنیاں سالہا سال بلکہ نسل در نسل چلتی رہتی ہیں۔ ہم آٹھ بھائی ہیں اور ہم طے کر چکے تھے کہ بدلہ لیں گے اور دشمنی نبھائیں گے کہ اسی دوران میری ملاقات آواز اور جواب دہی پروگرام کی امن کمیٹی کے ظاہر اللہ خان سے ہوئی دو تین ملاقاتوں میں میں اس کمیٹی کا ممبر بن گیا اور مجھے اس کمیٹی کے مقاصد سمجھنے کا موقع ملا۔ تب میں نے سوچا کہ اگر لوگوں کے درمیان امن قائم کرنا ہے اور تنازعات کے حل میں کردار ادا کرنا ہے تو اس کا آغاز پہلے گھر سے کیا جانا ضروری ہے۔ میرے لئے یہ کام آسان نہ تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میرے بھائیوں کے دلوں میں والد صاحب کی موت کا صدمہ انہیں غم گیر کئے ہوئے ہے اور بدلے کی آگ کا الاؤ ان کے اندر جل رہا ہے۔ غم تو دھیرے دھیرے کم ہو جانا تھا البتہ بدلے کی آگ ٹھنڈی کرنا ایک مشکل مگر ضروری کام تھا۔ میں نے اپنی امن کمیٹی کے ممبران لیاقت علی استاد، ابراہیم لالا، عبدالرحمان استاد اور ظاہر اللہ کے ساتھ ضروری صلاح ومشورے کئے۔ جنہوں نے میرے ساتھ مل کر میرے بھائیوں کو قائل کرنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ دشمنیاں اور بدلے خاندانوں کے خاندان برباد کر دیتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا البتہ امن اور صلح صفائی آنے والی نسلوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ناگزیر ہے۔ معاف کر دینے کے عمل کو ہمارے مذہب میں پسندیدہ قرار دیا ہے۔ میرے بھائیوں کے ساتھ امن کمیٹی کے ممبران نے کئی نشستیں رکھیں اور دوسری طرف اس خاندان کے ساتھ جن پر ہم نے 302 کا پرچہ کروا رکھا تھا ان سے بھی بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔ پشتونوں کی تاریخ میں ہم کچھ منفرد کرنے جا رہے تھے لیکن ہم جانتے تھے کہ اس کا فائدہ دو خاندانوں ان کی اولادوں اور اہل محلہ وعلاقہ سب کو ہوگا۔ ہماری نیت صاف اور ارادے نیک تھے اس لئے خدا نے بھی ہماری مدد کی اور چند ماہ کی کوششیں رنگ لے آئیں۔ اس وقت صورت حال یہ کہ ان کا اور ہمارا خاندان ایک دسترخوان پر بیٹھ کھانا کھاتے ہیں۔ خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں اور بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ ہم نے امن کمیٹی کے توسط سے یہ حقیقت جان لی ہے کہ دشمنیاں محض جہالت ہیں۔ جب کہ امن سے ہی ہمارا اور ہمارے بچوں کا مستقبل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امن کمیٹی ہمارے علاقے میں ایک بڑی نعمت بنی ہے جس نے کئی لوگوں کو سیدھی اور امن کی راہ دکھائی ہے۔ میری رائے میں اگر امن کمیٹی یونہی ہمارے علاقے میں کام کرتی رہی تو پختونوں کی دشمنیاں قائم رکھنے کی صدیوں پرانی روایت دم توڑ دے گی۔

غربت، سیاست اور بلدیاتی الیکشن

چھپرٹی سٹال

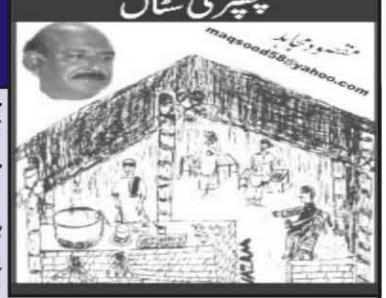

چھپرٹی سٹال پر بڑے نشریاتی ادارے کا چھوٹا اخبار دن بھر تازہ رہتا ہے۔ گیان پور یے اخبار کی ایک ایک سطر چاٹتے ہیں۔ بالا گولڈ لیف مہوڑے پر بیٹھا اخبار گردی کرتے ہوئے اُچھل پڑا او اے کی؟ جھورا: بالے کیہہ سپ لڑ گیا؟

بالا گولڈ لیف: پنجاب حکومت نے لاہور ہائی کورٹ میں کہا ہے کہ بلدیاتی اداروں کو سیاست سے پاک رکھنے کے لئے غیر جماعتی الیکشن کا فیصلہ کیا۔ یار سیاست ناپاک ہے غیر شرعی ہے مکروہ ہے جو پنجاب حکومت بلدیاتی اداروں کو نجست چیز سے دور رکھنا چاہتی ہے؟

جھورا: یار ہر یونین کونسل میں ایک ایک میجر کو یا پھر کرنل کو بٹھا دیں قصہ پاک کیا ضرورت ہے رقم برباد کرنے کی جو ہماری ہڈیوں اور گودے سے کشید کی جاتی ہے۔ یہ بحث چل رہی تھی کہ آپاں رجو کی ہاہ ہاہ کارنے رجو کی طرف پورے گیان پورہ کی توجہ کر دی۔

آپاں رجو شیخ منورے کی دوکان سے آٹا خریدنے آئی تھی آپاں نے 20 کلو کا توڑا سر پے رکھا ہوا تھا۔ روپے ہاتھ میں تھے اور شیخ منورا کہہ رہا تھا۔ آپاں 785 روپے کا ہے۔ مگر آپاں کا تکرار تھا کہ وہ پچھلے مہینے آٹے کا تھیلا 760 روپے میں لے گئی تھی اب کون سی قیامت آ گئی ہے کہ وہی 20 کلو کے تھیلے پر منورا 25 روپے زیادہ مانگ رہا ہے۔

شیخ منور: پچھوں مہنگا آیا اے میں کیہہ کراں۔ آپاں زیادہ باتیں نہ کر، تھیلا سر سے اتار دے، جہاں سے 760 کا ملتا ہے وہاں سے لے آ۔

آپاں رجو: نواز شریف شہباز شریف کو نہیں پتہ کہ ہم تو تنخواہ دار ہیں، وہی گنے متھے پیشے۔

شیخ منور: آپاں سیاست نہ کر شیر، تیر دو کانداری میں نہیں چلتے سیاست کرنی ہے تو جھورے کے ٹی سٹال پر چلی جا تھیلا تو 785 روپے کا ملے گا۔

محلے داروں اور بالے گولڈ لیف نے آپاں کو سمجھایا کہ آپاں شیخ منورے کا کوئی قصور نہیں۔ اُس نے تو دس بیس روپے کمانے ہیں۔ آٹے کی ملوں والے تو اسمبلیوں میں ہیں۔

شیخ منورا: یار بالے میں نے لکھ کر لگا رکھا ہے کہ سیاست کرنا منع ہے پھر تو اسمبلیوں کی بات کر رہا ہے۔

جھگڑا ختم ہوا بالا پھر چھپرٹی سٹال پر اور جھورا پانچ چائے کا آرڈر بھگتانے میں لگ گیا۔

بالا گولڈ لیف سوچ میں پڑ گیا۔

چاچا نتھو: بالا جی بو کی کیوں لمک گئی ۔۔۔ خیر تو ہے؟

بالا گولڈ لیف: بس چاچا کیا بتاؤں مہنگائی کے ہاتھوں تنگ لوگ سیاست دانوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور شیخ منورا کہتا ہے سیاست نہ کرو۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ پنجاب حکومت کہتی ہے بلدیاتی اداروں کو سیاست سے پاک رکھیں گے۔ شیخ منورا کہتا ہے سیاست نہ کرو چپ چاپ جو قیمت ہے ادا کرو۔ یہ چکر کیا ہے؟

چاچا نتھو: ظلم رہے اور امن بھی ہو، شبانہ اعظمی وہ یار انڈین فلموں کی ہیروئن اُس نے ایک بار کہا تھا سیاست کچن سے شروع ہوتی ہے کر لو جو کرنا۔ غربت رہے گی تو سیاست رہے گی۔

بھابشیر: یار چاچا نواز شریف نے غربت ختم کرنے کے لئے نوجوانوں کو اربوں روپے روزگار سکیم کے تحت دینے کا اعلان کیا ہے۔

چاچا نتھو: شرافت کے دشمن، حماقت کے حامی عجب ماں کے۔۔۔۔۔ پیلی ٹیکسی یاد ہے؟ سستی روٹی سکیم، لیپ ٹاپ سکیم، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میاں نواز شریف اپنی دوسری (ٹرم) باری میں قومی سرمائے سے پیلی ٹیکسیاں بانٹتے رہے۔ لیکن غربت اور بے روزگاری بڑھتی چلی گئی اب میاں صاحب 20 ارب روپے سے قرضہ سکیم کے ذریعے بے روزگاری اور غربت کم کرنے چلے ہیں۔ غریبوں کی پارٹی PPP "بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام" سے غریبوں کی سپورٹ کر کے بے روزگاری اور مہنگائی کا توڑ کرنے میں لگی رہی۔ یہ سب سستی شہرت ہے۔ نہ غربت ختم ہوگی اور نہ بے روزگاری میں کمی آئے گی۔ کیونکہ غریب نہ ہوئے تو قرضوں کا بوجھ کون اُٹھائے گا۔ یہی 1947ء سے چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

باقی رہے گا نام اللہ کا

تمام بڑی سیاسی پارٹیوں کے رہنما پاکستان کو حلوائی کی دوکان سمجھ کر نانا جی کی فاتحہ کرواتے رہیں گے۔ بھگتیں گے پھر غریب یہ بجلی کا بل دیکھ رہا ہے 2070 روپے اس میں 370 روپے سیلز ٹیکس ہے۔

چانن رپورٹ
ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ پاکستان

آواز اور جواب دہی پروگرام کے تحت عالمی یوم انسانی حقوق کے سلسلہ میں پنجاب اور خیبر پختونخواہ میں تقریبات

فاروق احمد خان نے کہا کہ تعلیم، پینے کا صاف پانی اور

کے آواز اور جواب دہی پروگرام کے زیر اہتمام عالمی یوم انسانی حقوق منایا گیا۔اس موقع پر آواز اور جواب دہی پروگرام کے دونوں صوبوں یعنی پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے تمام 13 اضلاع میں خصوصی تقریبات اور پریس کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ لاہور میں بھی سانجھ و بہار میلہ منعقد کیا گیا ،جس کا مقصد انتخابات میں عورتوں کی موثر اور محفوظ شرکت کے بارے میں شعور و آگاہی دینا اور اس ضمن میں عورتوں کی حوصلہ افزائی کرنا تھا تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انتخابی عمل میں شامل ہوسکیں ۔اس موقع پر پاکستان مسلم لیگ (ن) سے پنجاب اسمبلی کی رکن شمیلہ اسلم نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی ملک کی ترقی میں عورتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں لیکن ہمارے ملک کی عورتوں کو رسوم و روایات پر قربان کیا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ عورتوں پر تشدد بڑھنے کی ایک بڑی وجہ ناخواندگی اور جہالت ہے اس کے باعث ہماری نئی نسل کے ذہنوں پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں ۔اس لئے عورتوں کو منفی رویوں اور تشدد سے نجات کے لئے کوششیں کرنا ہونگی ۔تحریک انصاف کی نمائندہ مہناز رفیع نے کہا لوکل گورنمنٹ کے انتخابات میں عورتوں کی شمولیت انتہائی اہم ہے، کیونکہ جب تک عورتیں سیاست میں آ کر اور بلدیاتی اداروں اور اسمبلیوں میں زیادہ تعداد میں نہیں آئیں گی اور اپنے لئے موثر قانون سازی نہیں کروائیں گی انہیں تشدد سے نجات ملنا مشکل ہے ۔انہوں نے اپنی بات پر زور دیا کہ عورتیں اپنے ووٹوں کی طاقت دکھائیں اور آنے والے انتخابات میں اس نظریے سے حصہ لیں کہ وہ انتخابی عمل میں نمایاں طور پر نظر آئیں ،خواہ جیتیں یا ہاریں لیکن اپنی سیاسی طاقت کا اظہار ضرور کریں تا کہ پھر وہ سماج میں مثبت تبدیلی لاسکیں ۔سیپ پاکستان کے ڈپٹی ڈائریکٹر عرفان مفتی نے پاکستانی عورتوں کے حقوق کی جدوجہد کو سراہتے ہوئے کہا کہ عورتوں نے اپنے حقوق کے لئے طویل جدوجہد کی جس کے بعد ہی وہ ملک میں اپنے لئے قانون سازی کروانے میں

بہاولپور۔انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ساوتھ ایشیاء پارٹنرشپ اور آواز جوابدہی پروگرام کے زیر اہتمام فرید گیٹ سے فوارہ چوک تک ریلی نکالی جارہی ہے

کامیاب ہوسکی ہیں لیکن ابھی انہیں اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا ہوگا ۔سیپ پاکستان کی پروگرام کوآرڈینیٹر نعیمہ ملک نے سانجھ و بہار میلے میں بحیثیت موڈریٹر فرائض انجام دیئے، انہوں نے کہا کہ آزادی اور عزت و احترام سے جینے کا حق ہم سب کا بنیادی انسانی حق ہے لیکن ریاست ؛ہمیں یہ حق نہیں دیتی اس کے علاوہ شہریوں کو صحت و تعلیم کی سہولتیں بھی میسر نہیں۔اس موقع پر آواز اور جواب دہی پروگرام ڈسٹرکٹ لاہور فورم میں شامل عورتوں نے رنگا رنگ پروگراموں میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا، انہوں نے مہندی لگانے، چوڑیاں پہننے، گیت گانے اور رسہ کشی کے مقابلوں میں حصہ لیا اور ان میں انعامات بھی حاصل کئے۔ اسی روز ننکانہ صاحب میں یوم انسانی حقوق کے سلسلہ میں ایک تقریب ہوئی جس میں ڈپٹی ڈائریکٹر سیپ پاکستان عرفان مفتی نے شرکت کی ۔اس موقع پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے چارٹر کی تشکیل کو 65 گزر چکے ہیں ۔آج ہم جائزہ لیں کہ انسانی حقوق کے حوالے سے ہم کہاں کھڑے ہیں۔ہم سب جانتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کو انسانی حقوق کا چارٹر تشکیل دینے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔گو کہ ان حقوق کے حوالے سے دنیا میں کوئی نمایاں بہتری نظر نہیں آتی مگر یہ ضرور ہوا کہ اس چارٹر نے تیسری جنگ کے امکانات کو معدوم کرتے ہوئے ختم کر دیا۔ گو کہ ابھی بھی دنیا کے مختلف خطوں میں جنگیں ہو رہی ہیں لیکن یہ اتنی تباہ کن نہیں ہیں جتنی کہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم تھیں ۔کیونکہ انسانی شعور نے ان جنگوں کو مسترد کرنا شروع کر دیا۔اور امن کی اہمیت سمجھ آنے لگی۔اس وقت گو کہ دنیا پُر امن نہیں لیکن امن کی خواہش پہلے سے کہیں زیادہ ہے ۔دنیا میں مسائل اس لئے ہیں اور حقوق اس لئے غصب کئے جاتے ہیں کہ ریاستیں ابھی حقوق دینے کے لئے تیار نہیں یا پھر نیم دلانہ کوششیں کرتی ہیں ۔جب کہ ہمیں اس وقت یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حقوق بحیثیت انسانی ہمیں ہماری پیدائش کے فوراً بعد ہی قدرت ہمیں دینے لگتی ہے۔بولنے سے لے کر روزگار تک اور تعلیم سے لے کر صحت تک ہر حق ہمیں قدرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے، پاکستان میں ہمیں جو بھی حقوق ملے ہیں وہ طویل جدوجہد کے بعد ہی ملے ہیں حالانکہ ہمارا آئین ان حقوق کے تحفظ کی بات کرتا ہے لیکن ریاست نے کبھی بھی ان حقوق کی فراہمی کے حوالے سے ذمہ داری اور سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔البتہ سول سوسائٹی نے اس حقوق کے لئے بھرپور جدوجہد کی ۔آج کے دن ہم عہد کریں کہ حقوق کے حصول کی اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے ۔جنہیں ہم نے حاصل بھی کرنا ہے اور ان کا تحفظ بھی کرنا ہے۔بہت سی پالیسیاں عوام دوست نہیں، ہمارا نصاب متعصّبانہ ہے، اقلیتوں کو کوئی بھی تحفظ حاصل نہیں، ان سب کے لئے بھی سول سوسائٹی کو جدوجہد کرنا ہے ۔یقیناً ہم سب امن خوشحالی اور ترقی کے خواب دیکھتے ہیں۔ان کے لئے ہمیں جدوجہد کرنا ہے ۔حق لینے بھی ہیں اور دینے بھی ہیں ۔خواتین کے حقوق کی جنگ ریاست سے زیادہ معاشرے کے ساتھ ہے ۔کیونکہ معاشرہ عورت کے حقوق کی راہ میں بار بار روکاوٹیں کھڑی کرتا ہے ۔آج کی عورت بہت باشعور ہے وہ اپنے حقوق پہچانتی ہے، اسے اب متحد ہو کر ان حقوق کے لئے آواز اٹھانی ہے، وہ تنہا نہیں سول سوسائٹی ہمیشہ اس کے ساتھ رہی ہے اور رہے گی ۔اسے اپنے سیاسی حقوق پہنچاننے ہوں گے اور سیاسی عمل کا حصہ بننا ہوگا ،آئندہ ہونے والے مقامی حکومتوں کے انتخابات میں عورتوں کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے اسے ووٹ بھی ڈالنے چاہئیں اور بحیثیت امیدوار بھی انتخابات میں حصہ لینا چاہئے ۔مشرف دور کے انتخابات میں عورتوں نے سیاسی عمل کا حصہ بن کر ایک تاریخ رقم کی تھی۔اس بار بھی ایک نئی تاریخ رقم کرنے کے لئے یہ انتخابات اُن کے منتظر ہیں۔لاہور اور ننکانہ کے علاوہ ملتان، ٹوبہ ٹیک سنگھ، فیصل آباد، پاکپتن، چارسدہ اور میں بھی آواز یوسی فورمز اور ضلعی فورمز کے زیر اہتمام اس خصوصی دن کی اہمیت کے حوالے سے مختلف تقریب کا اہتمام کیا گی۔بہاولپور میں 10 دسمبر کے حوالے سے ایک ریلی نکالی گئی جس سے خطاب کرتے ہوئے چولستان ڈیولپمنٹ کونسل کے صدر صحت کی سہولیات ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ ہم آج اس خصوصی دن کے حوالے سے ریاست سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ ریلی میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے خواتین وحضرات نے شرکت کی ۔جنہوں نے اپنے مطالبات کے حق میں نعرے لگائے۔ضلع بھکر اور لیہ میں بھی یوم حقوق انسانی کے سلسلے میں سیمینارز، پریس کانفرنسیں، ریلیاں اور احتجاجی جلوس نکالے گئے۔جن میں شرکاء نے ریاست کے غیر ذمہ دارانہ رویوں کو ہدف تنقید بناتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کا مطالبہ کیا۔چار سدہ میں بھی سولہ روزہ مہم اور دس دسمبر کے حوالے سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مردوں کے علاوہ عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

صنفی تشدد کے خلاف سولہ روزہ مہم
25 نومبر تا 10 دسمبر

صنفی تشدد کے خلاف فعالیت کے سولہ دن " ایک عالمی مہم ہے جو کہ 25 نومبر سے 10 دسمبر تک چلائی جاتی ہے۔دنیا بھر میں لوگ اور تنظیمیں ہر سال اس عالمی مہم کو ایک حکمت عملی کے طور پر عورتوں پر ہر قسم کے تشدد کے خاتمے کے لئے مناتے ہیں۔

یہ مہم عورتوں پر تشدد کے خاتمے اور انسانی حقوق کو آپس میں جوڑتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ عورتوں پر تشدد انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے مندرجہ بالا تاریخیں اسی مناسبت سے منتخب کی گئی ہیں۔

25 نومبر، اقوام متحدہ نے اس دن کو عورتوں پر تشدد کے خاتمے کا عالمی دن قرار دیا ہے۔یہ دن میرا بیل سسٹرز کی یاد میں منایا جاتا ہے، یہ تین بہنیں تھیں جنہوں نے ڈومینکن ریپبلک میں ایک ڈکٹیٹر ٹروجیلو کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا تھا، 25 نومبر کو ان تینوں بہنوں کو ڈکٹیٹر کے حکم پر قتل کر دیا گیا تھا۔

یکم دسمبر کو ایڈز کے خلاف عالمی دن منایا جاتا ہے۔دو بیماریوں HIV اور ایڈز نے عالمی سطح پر کئی علاقوں کو بہت کمزور کر دیا ہے۔عورتیں جلدی انفیکشن سے متاثر ہو جاتی ہیں اور مردوں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے انفیکشن قبول کرتی ہیں۔

6 دسمبر مونٹریال کے قتل عام کی برسی ہے۔ 1991 میں ایک جنونی آدمی نے چودہ لڑکیوں کو گولیاں مار کر قتل کر دیا تھا یہ تمام لڑکیاں انجینئرنگ کی طالبات تھیں انہں صرف اسلئے قتل کیا کہ وہ عورتوں کی تحریک کی حامی تھیں۔

10 دسمبر انسانی حقوق کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔1948 میں 10 دسمبر کو حکومتوں نے عہد کیا کہ انسانی حقوق سب کے لئے ہیں بشمول زندگی کا حق، آزادی اور تحفظ کا حق۔ اسمیں کسی کو رنگ، نسل یا زبان کی وجہ سے فوقیت نہیں ہوگی۔تمام حکومتوں نے انسانی حقوق کے عالمی منشور پر دستخط کئے ہیں۔

چند حقائق

دنیا بھر میں ہر تین منٹ میں ایک عورت کو مارا جاتا ہے، اسے گالیاں دی جاتی ہیں، اور اسے زبردستی گندے کاموں میں دھکیلا جاتا ہے۔، ہر پانچ عورتوں میں سے ایک کے ساتھ جنسی زیادتی ہوتی ہے یا اس سے جنسی زیادتی کی کوشش کی جاتی ہے۔

15 سے 44 سال کی عمر کی عورتوں کو گھریلو تشدد کی وجہ سے موت یا معذوری کا خطرہ ہوتا ہے ،بجائے کسی بیماری، کار ایکسیڈنٹ، ملیریا یا دیگر بیماریوں کے۔

6 کروڑ عورتوں کو آج زندہ ہونا چاہیئے تھا جو کہ آج غائب ہیں۔صرف صنفی تفریق کی وجہ سے، یہ صنفی تفریق بچیوں کو پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم کر دینے کی ہے۔

دنیا میں ہر سال 5 سے 15 سال کی عمر کی بیس لاکھ بچیوں کو جنسی تجارت کے لئے دھکیل دیا جاتا ہے۔دنیا میں جہاں بھی جنگیں ہوں وہاں بچیوں اور عورتوں کی بڑی تعداد کے ساتھ جنسی زیادتی کی جاتی ہے۔

نوٹ : قارئین سے گزارش ہے کہ چانن کے لئے اپنی تحریریں (ان پیج) ٹائپ کر کے اور مضمون کی شکل میں بھیجیں۔۔۔ادارے کا مضمون نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

رابطہ کیلئے: ایڈیٹر ماہنامہ جام ساؤتھ ایشیاء پارٹنرشپ، پاکستان ، حبیب میموریل ٹرسٹ بلڈنگ، ناصر آباد، ۲ کلومیٹر رائیونڈ روڈ، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔53700، پاکستان
فون: 05-06 ,35311701-03 (42)، فیکس: 35311710 (42) ای میل: info@sappk.org

ایڈیٹر: یاسمین فرخ
Email:yasmeen@sappk.org

کمپیوٹر لے آؤٹ ڈیزائننگ
تبسم شہزاد

سپرویژن اینڈ پرنٹنگ
محبوب علی